

والیان ملک

دور

ابنیں کا مکرو فریب



مؤلف

میاء محمد سعید شاد

پروفیسر

والی بیانِ مُلک

دور

ابن کمال و فریب

مؤلف

میال محمد سعید شاد

سابق آفیسر محکمہ تعلیم پنجاب لاہور

ضیاء الفکر پبلیکیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	والیان ملک اور ابلیس کا مکرو فریب
مصنف	میاں محمد سعید شاد، سابق آفیسر محکمہ تعلیم
تاریخ اشاعت	اپریل 2007ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z 199
قیمت	100/- روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:- 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7247350-7225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:- 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

29	اتحاد کی ضرورت		والیان ملک اور سلاطین پر
31	جہاد کی اہمیت	5	تلبیس ابلیس
	اسلامی ممالک میں سیاسی اور ملی		صدر مملکت کو کون سی صفات سے
36	استحکام کی ضرورت	14	متصف ہونا چاہئے
38	حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت	16	اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے
39	مایوسی گناہ ہے	18	بادشاہوں کا عدل و انصاف
41	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خطوط		بستیاں اس وقت ویران ہوتی ہیں
51	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مکتوب	20	جب عدالتوں سے انصاف اٹھ جائے
53	مصر کی اہمیت		حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمہ
53	تمہارے اخلاق	21	کے سیاسی مکتوبات
57	عوام کے طبقات		امیروں سے خطاب کرتے ہوئے
57	فوج	22	فرماتے ہیں
59	انتخاب	22	سپاہیوں سے کہتے ہیں
59	قاضی	23	مشائخ کو لکارتے ہیں
60	عمال حکومت	23	عوام کو خطاب کرتے ہیں
60	محکمہ خراج	24	مکتوبات میں زوال کے دیگر اسباب
61	ملک کے عوام	25	انسانی معاشرے کی ترتیب
62	تاجر اور اہل حرفہ	25	حجۃ البالغہ میں فرماتے ہیں
63	غریب و مساکین		قومی عزت و وقار کے لئے اتفاق و

98	بیورو کرٹس	64	فریادی
99	دفتری نظام کی اصلاح	65	امامت
	بنجر قدیم و جدید سرکاری اراضی کی	67	معاهدے
99	آبادی	67	خون ناحق
101	دینی مدارس اور فرقہ واریت		خط و کتابت جناب میاں محمد شریف
102	شرح خواندگی		جناب میاں محمد نواز شریف سابق
102	انصاف دہلیز پر پہچانے کی باتیں	70	وزیر اعظم پاکستان
105	دعا	84	کارگل کا بحران
	وزیر اعظم کے نام خط 15 اپریل	86	9 ماہ کی کارکردگی رپورٹ
106	1997ء کی نقل	94	بے مثال انتخابی مینڈیٹ کے بعد
109	ضمیمہ	94	نجکاری
	میاں محمد نواز شریف اور مولف کے	94	ڈاؤن سائزنگ
120	درمیان خط و کتابت	95	گولڈن ہینڈ شیک
135	جو وقت قریب آرہا ہے	95	آئی ایم ایف کا عفريت
139	بھنور آنے کو ہے اہل کشتی!		سونا اس کے قدموں پر نچھاور ہو
		98	جائے گا

والیان ملک اور سلاطین پر تلہبیس ابلیس

تلہبیس "TALBEES" کے معنی ہیں مکر و فریب جس کے ذریعہ ابلیس باطل کو حق کی صورت میں ظاہر کر کے والیان ملک کو گمراہ کر کے ملک میں اضطراب اور انتشار پیدا کرا دے۔ ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی کی اور راندہ درگاہ ہو گیا مگر اولاد آدم کو باغی اور گمراہ کرنے کی مہلت لے لی۔ ابلیس کا مادہ "بلس" ہے جس کے معنی ہیں بے خبری، رحمت حق سے کامل مایوسی اور اندوہ گینی، ابلیس کو دنیا میں شرف و فساد کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔ مردود ہونے سے پہلے اس کا نام عزازیل تھا۔ اپنی فرمانبرداری اور عبادت کی وجہ سے قرب خداوندی حاصل تھا مگر پھر اس کا نام ابلیس شیطان منکر ہو گیا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

تکبر عزازیل را خوار کرو بزندان لعنت گرفتار کرو

لفظ شیطان "شطن" سے بنا ہے۔ شطن کے معنی ہیں دور ہونا، چونکہ یہ ہر رحمت سے دور ہے اس لیے اس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ ہر آدمی کا ایک شیطان ہے جو انسان کو اللہ کا گمراہ بناتا ہے اور اسے برائی کی طرف مائل کرتا ہے۔ یہ مرد یا عورت یا کسی بھی شکل میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ بالعموم شیطان سے مراد ابلیس ہی ہے جو آگ سے بنا ہے اور اس کی سرشت میں بغاوت اور سرکشی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ آدم علیہ السلام کی اولاد بالخصوص امت مسلمہ کے ساتھ تو اسے انتہائی عداوت اور بیر ہے۔ اپنے مردود ہونے کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو جانتا ہے اس لیے اولاد آدم اور خاص طور پر مسلمانان عالم کا ازلی اور ابدی دشمن ہے۔

قرآن حکیم کی سورت "ص" میں ابلیس کے مزاج اور خصلت کا تذکرہ ان الفاظ میں آیا ہے۔ ترجمہ: "جب تیرے مالک نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں کچھڑ سے ایک انسان بنانا چاہتا ہوں اور جب میں اس کو پیدا کر لوں اور سنوار لوں اور اس میں اپنی روح پھونک

دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ پس تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ وہ شیخی میں آ گیا اور منکر ہو بیٹھا۔ پروردگار نے فرمایا ”اے ابلیس! تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ کیا تو شیخی میں آ گیا (حقیقت میں) تیرا درجہ بلند ہے؟ ابلیس نے کہا اسے کیوں کر سجدہ کروں میں تو اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے بنایا اور اس کو تو نے کیچڑ سے بنایا ہے۔ پروردگار نے فرمایا پھر تو یہاں سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے اور (اس سرکشی کے باعث) قیامت تک تجھ پر میری پھٹکار برتی رہے گی۔ ابلیس نے کہا مالک میرے مجھے اس دن تک مہلت دے جس کا وقت مقرر ہے۔ وہ بولا تیری عزت کی قسم اب تو میں بھی تمام آدمیوں کو گمراہ کروں گا مگر صرف تیرے مخلص بندے میری زد سے محفوظ رہیں گے۔ پروردگار نے فرمایا، سچ تو یہ ہے اور میں سچ ہی کہا کرتا ہوں کہ میں جہنم کو تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والوں سے بھر دوں گا۔“

یہ ہے وہ ابلیس لعین جو اللہ کے حکم سے منکر اور باغی ہوا۔ کہتے ہیں کہ سجدہ کے حکم کی خلاف ورزی سے قبل یہ بہت خوبصورت تھا۔ پھر اس کی شکل مسخ ہو کر جسم خنزیر کا سا اور چہرہ بندر کا سا ہو گیا۔ ابلیس کو کبھی شیطان، کبھی دیو، کبھی اہرمن اور کبھی روح شر سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ ابلیس خود تو سردار ہے اور اس کے ماتحت بے شمار شیاطین ہیں جو اس کے مشن پر نہایت سرگرمی سے عمل کرتے رہتے ہیں اور ان ارواح خبیثہ کا انتہائی مقصد یہ ہے کہ نیکو کار لوگوں کو گمراہ کیا جائے اور اخلاق و اعمال کو سدھارنے کے جتنے ذرائع ہیں انہیں حتی المقدور مسدود کیا جائے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ انسانیت کو گمراہ اور تباہ کرنے والے یہ شیاطین صرف ”ناری“ ہی نہیں بلکہ ”خاکی“ مخلوق میں بھی یہ بہ تعداد کثیر موجود ہیں۔ یعنی دنیا میں بہت سے ”انسان“ بھی شیطان کا کام کرتے ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،

تیری حریف ہے یارب سیاست فرنگ
مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس

بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے

بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس

شیطان بالآخر اپنے پیروکاروں کو کس طرح ذلیل و خوار کرتا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔ سورت ابراہیم آیت نمبر ۲۲ (ترجمہ) ملاحظہ ہو، ”اور شیطان کہے گا (میدان حشر میں) جب سب کی قسمت کا فیصلہ ہو چکے گا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ وعدہ سچا تھا اور میں نے (شیطان نے) بھی تم سے وعدہ کیا تھا۔ پس میں نے تم سے وعدہ خلافی کی اور نہیں تھا میرا تم پر زور کچھ، مگر یہ کہ میں نے تم کو (کفر) کی دعوت دی اور تم نے فوراً قبول کر لی میری دعوت۔ سو تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں (آج) تمہاری فریادری کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریادری کر سکتے ہو۔ میں انکار کرتا ہوں اس امر سے کہ تم نے مجھے شریک بنایا۔ اس سے پہلے بیشک ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ مذکورہ آیت کی تشریح اس طرح سے ہے:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ میدان حشر میں فیصلہ فرمادے گا تو اہل ایمان شفاعت کیلئے پہلے آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ وہ معذرت کریں گے۔ آخر میں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے نبی کریم ﷺ کے پاس جاؤ۔ سب لوگ میرے پاس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اذن فرمائے گا اور میں کھڑا ہوں گا اور میری مجلس سے ایسی خوشبو پھیلے گی جسے آج تک کسی نے نہ سونگھا ہوگا تو اپنے رب کے حضور میں آ کر اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ میری شفاعت قبول فرمائے گا اور میری گیسوئے عنبرین سے لے کر میرے قدموں کے ناخنوں تک نور ہی نور ہوگا۔ یہ منظر دیکھ کر کافر شیطان کے پاس شفاعت کیلئے آئیں گے تو اس کی مجلس سے ناقابل برداشت بو اٹھے گی۔ وہ رونے چلانے لگیں گے تو شیطان انہیں یہ جواب دے گا کہ تم سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ قیامت آئے گی۔ تمہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس ہوگی۔ نیکوں کو جنت میں اور بدکاروں کو دوزخ میں بھیجا جائے گا اور میں نے بھی تم

سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت نہیں آئے گی۔ قبروں سے پھر جی کر اٹھانا غلط ہے۔ کوئی حساب کتاب نہ ہوگا۔ میں تمہارا ساتھی اور مددگار ہوں۔ حلال و حرام کی پرواہ نہ کرو۔ جس طرح دولت کما سکتے ہو، کماؤ اور داد عیش دو۔ سو اللہ نے تو اپنے وعدے پورے کر دیئے۔ میرے وعدے جھوٹے تھے۔ میں نے خلاف ورزی کی۔ یہ جواب سن کر چیلے چائے آگ بگولہ ہوں گے اور لعن و طعن کریں گے تو شیطان کہے گا مجھ پر کیوں ناحق ناراض ہوتے ہو۔ میں نے تمہیں کب مجبور کیا تھا کہ میرا کہا ضرور مانو۔ میری گمراہ کن باتوں کی پیروی کرتے رہو۔ میں تو تمہارا ازلی دشمن تھا۔ تم اتنے بے وقوف اور احمق نکلے کہ اندھا دھند میرے پیچھے بھاگے۔ اب مجھے کیوں کوستے ہو۔ اپنی بدبختی اور حماقت پر ماتم کرو اور خوب ماتم کرو۔ سب تمہارا اپنا قصور ہے۔ میں تمہارا قطعاً ذمہ دار نہیں۔ تم مجھے دنیا میں خدا کا شریک سمجھتے تھے۔ میں اس کا انکار کرتا ہوں اور تمہیں صاف صاف بتائے دیتا ہوں کہ میں خدا کا شریک نہیں ہوں۔ یہ مکالمہ قیامت کے روز ہوگا۔ شیطان کے پیروکار اس دن جس ندامت اور شرمندگی سے دوچار ہوں گے وہ کتنی روح فرسا ہوگی۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اس شرمساری اور رسوائی سے بچنے کیلئے آج ہی سے اپنی اصلاح کر لیں۔ شیطان ہمارا ازلی بدخواہ ہے۔ آج بھی وہ اپنے پرستاروں کو ہر رنگ میں گمراہ کر رہا ہے۔ کسی کو قتل پر، کسی کو زنا پر، کسی کو جھوٹ پر، کسی کو دغا فریب پر، کسی کو انتقام پر، کسی کو رشوت ستانی پر غرضیکہ ہر برے کام پر اکساتا ہے تو وہ نقشہ بڑا دل فریب ہوتا ہے لیکن جب انسان اس کے مکر و فریب میں پھنس جاتا ہے تو شیطان اس سے آنکھیں پھیر لیتا ہے۔ بدر کے میدان میں کفار مکہ کو پہلے شیطان نے اکسایا اور کہا کہ آج تم پر کوئی بھی غالب نہیں آسکتا اور پختہ وعدہ کیا کہ میں تمہارا پشت پناہ ہوں۔ جب غازیان بدر نے کافروں کا قتل شروع کیا تو شیطان نے فوراً کہہ دیا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں جو میں دیکھ رہا ہوں (فرشتے) وہ تمہیں نظر نہیں آ رہا۔

یہ دنیا ایک عالم تضاد ہے جس طرح تاریکی کے مقابلے میں روشنی، سیاہ کے مقابلے میں سفید، رات کے مقابلے میں دن، تلخ کے مقابلے میں شیریں۔ اسی تضاد سے ان کا باہمی

امتیاز ہوتا ہے۔ اسی طرح عقائد کی دنیا میں بھی ”باطل“ کے مقابلے میں ”حق“ اور ”شر“ کے مقابلے میں ”خیر“ کا فرما ہے۔ یہی فطرت کا دستور ہے اور اسی پر عمل پیرا ہو کر اس نے ”حق“ کے جلال کو دنیا میں ہمیشہ سے برقرار رکھا ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

ابلیس لعین فرد واحد کی بجائے اجتماعی، معاشرتی، سماجی اور خاندانی نظام کو تباہ کرنے اور فتنہ و فساد پیدا کرنے میں زیادہ کوشاں رہتا ہے۔ اگر ایک ہنتے بستے گھر میں کوئی فتنہ کھڑا کر دے تو پورا گھر انہ بلکہ اس سے متعلقین، رشتہ دار بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابلیس لعین اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے۔ پھر اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔ ان لشکروں میں سے شیطان کے نزدیک زیادہ مقرب وہ ہوتا ہے جو بڑے سے بڑا فتنہ برپا کرتا ہے۔ پھر ان میں سے ایک آتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ میں نے ایسا کیا ویسا کیا۔ شیطان جواب دیتا ہے کہ تو نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص اور اس کے اہل میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ یہ سن کر شیطان اس کو اپنے قریب بٹھاتا ہے یا یہ فرمایا کہ بغل میں لے لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں بیشک تو اچھا ہے اور تو نے بڑا کام کیا ہے۔ بعینہ اسی طرح ابلیس اپنے مکر و فریب سے باطل کو حق کی صورت میں ظاہر کر کے والیان ملک و سلاطین اور صاحبان اختیار و اقتدار کو گمراہ کر کے ملک میں انتشار، بد نظمی اور افراتفری پیدا کر دیتا ہے۔ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ممتاز اور اصلاحی تالیف ”تلسیس ابلیس“ میں مسلمانوں کے ہر طبقہ اور ہر جماعت کی کمزوریوں، بے اعتدالیوں اور غلط فہمیوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالرحمن لقب جمال الدین اور کنیت ابن الجوزی تھی۔ آپ ۱۲-۵۱۱ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۱۲ رمضان ۵۹۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کثیر التصانیف تھے۔ جن کی تعداد ایک اندازے

کے مطابق ۲۶۳ ہے۔ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ آپ کے انقلاب انگیز مواعظ اور مجالس درس ہیں۔ ان کی مجالس میں خلفاء، سلاطین، وزراء اور اکابر، علماء بڑے اہتمام سے شرکت کرتے۔ تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگ غش کھا کھا کر گرتے۔ لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں اور آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ وہ زمانہ آج سے تقریباً نو سو سال پہلے کا تھا۔ مذکورہ کتاب تلخیص ابلیس کے باب ہفتم میں امام صاحب نے نہایت جامع انداز سے نشان دہی فرمائی ہے کہ کن کن طریقوں سے ابلیس والیان ملک کو خوش فہمی میں ڈال کر اپنے مکر و فریب کے جال میں پھانتا ہے اور فتنہ و فساد برپا کر ڈال دیتا ہے۔

ہمارا وطن عزیز پاکستان جب سے معرض وجود میں آیا ہے یہ ابلیس لعین کے چنگل میں بہت بری طرح سے پھنس کر رہ گیا ہے۔ اس کی گرفت اتنی سخت ہے کہ نجات کی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔ ملک عزیز پاکستان کے اکثر صاحب اختیار و اقدار شیطان کے مکر و فریب کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ آج کل کی باہمی کشمکش اور اختلاف امور سلطنت اور تعلقات کار میں تعطل، ایک دوسرے پر عدم اعتماد اور باہمی غلیظ و غضب سے ہر محبت و وطن سخت پریشان اور مایوس ہے۔ ہر آنے والے دن منافرت و مناقشت میں اضافہ کا سبب بن رہا ہے اور ابلیس اپنی پوری قوت اور جمعیت کے ساتھ پاکستان کے حکمرانوں پر چھا رہا ہے۔ حکومت اور اپوزیشن والوں میں عداوت کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارا ملک سیاسی، معاشی اور معاشرتی اعتبار سے دن بدن کمزور ہو رہا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر بھی ہماری ساکھ متاثر ہو رہی ہے۔ جب ملک کے اندرونی حالات ناگفتہ بہ ہو جائیں تو اس کا اثر دفاعی قوتوں پر بھی ضرور پڑتا ہے۔ اس لیے دونوں جماعتوں کے درمیان باہمی محبت اور اخوت کی اشد ضرورت ہے۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تلخیص ابلیس کے باب ہفتم میں والیان ملک اور سلاطین پر تلخیص ابلیس کے بارہ طریقوں کا بیان فرمایا ہے جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(وجہ اول) ان لوگوں کے دلوں میں یہ ڈال دیا کہ اللہ تعالیٰ تم کو محبوب رکھتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو کیوں تم کو سلطان بناتا اور کیوں بندوں پر اپنا نائب کرتا۔ یہ تلخیص اس طرح سے کھل جاتی ہے کہ اگر یہ لوگ حقیقت میں اس کے نائب ہیں تو اسی کے قانون شریعت پر حکم کریں اور اسی کی مرضی تلاش کریں تو البتہ وہ ان کو پسند فرمائے گا۔ رہا ظاہری سلطان ہونا تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلطنت بکثرت ایسے لوگوں کو دی جن کو قطعاً وہ مبغوض و دشمن رکھتا تھا اور بکثرت ایسے لوگوں کو دنیا میں سلطنت و سعت دی جن کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا (جیسے نمرود اور فرعون وغیرہ) اور ان میں سے بہتوں کو انبیاء و صالحین پر مسلط کر دیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام و صالحین کو قتل کر ڈالا اور مغلوب کر کے پریشان کیا تو یہ عطائی الحقیقت ان پر وبال تھی۔ کچھ ان کے واسطے بہتری نہ تھی۔

(وجہ دوم) یہ کہ ابلیس ان سے کہتا ہے کہ سلطان اور والی ملک ہونے کے واسطے ہیبت درکار ہے۔ علم کو حاصل کرنے میں حقارت سمجھ کر تکبر کرتے ہیں۔ عالموں کی صحبت کو اپنی شان کے خلاف دیکھتے ہیں۔ جب دنیا چاہنے والوں کی صحبت ہر دم رہی تو طبیعت نے ان ہی کی خصلت حاصل کی۔ طبیعت خود دنیا چاہنے کی خصلت رکھتی تھی۔ پھر ایسی کوئی چیز آڑے نہ آئی جو اس بد خصلت کو روکتی۔ بس یہی بربادی کا سبب ہے۔

(وجہ سوم) یہ کہ ابلیس ان کو جانی دشمنوں سے خوف دلاتا ہے اور کہتا ہے ہر طرف بہت مضبوط پہرے رکھو تو بیچارے مظلوم لوگ ان تک پہنچ نہیں سکتے اور جو لوگ ان کی طرف سے مظالم دور کرنے پر مقرر ہوتے ہیں وہ اپنے کام میں سست ہوتے ہیں۔ خود حاجت والے حاکم تک پہنچ نہیں سکتے۔ قیامت والے دن جبکہ وہ خود سخت محتاج ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی فریاد نہیں سنے گا۔

(وجہ چہارم) یہ کہ سلاطین و امراء ایسے لوگوں کو کار پرداز مقرر کرتے ہیں جو اس کام کے لائق نہیں ہوتے۔ پس یہ کار پرداز لوگ سخت بدی کے انبار ان کے پاس بھیجتے رہتے ہیں۔ اس طرح کہ خود لوگوں پر ظلم کرتے ہیں تو ان کی آہ و بددعا کے ذخیرے ان سلاطین پر

جمع ہوتے ہیں۔ اگر والئی زکوٰۃ نے لوگوں سے زکوٰۃ لے کر ایک فاسق کو مقرر کیا کہ اس قوم کے فقراء میں تقسیم کرے۔ اس فاسق نے خیانت کی تو والی بری الذمہ نہ ہوگا۔

(وجہ پنجم) یہ کہ شیطان ان سلاطین کو دکھلاتا ہے کہ امور سیاست میں داخل ہو کر تم اپنی رائے پر عمل کرنے میں اچھی تدبیر کرو گے۔ لہذا یہ شریعت کے مقابلہ میں اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں۔ ان کو دھوکہ ہے کہ یہ سیاست ہے تو جو اس سیاست کا مدعی ہے وہ دراصل شریعت میں خلل اور کمی کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ کفر کی بات ہے۔

(وجہ ششم) ابلیس ان لوگوں کو لبھاتا ہے کہ اموال سلطنت میں جس طرح چاہو، اپنے حکم سے خرچ کرو، کیونکہ یہ تمہارے حکم میں داخل ہے۔ اس طرح کئی مالی بے ضابطگیاں ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ سلطان کا حق فقط اسی کے کام کی اجرت کے اندازہ پر ہے۔ بعضوں کو یہ رچاتا ہے کہ فلاں قسم کے لوگوں کو نہ دینا چاہیے حالانکہ حقیقت میں یہ لوگ پانے کے مستحق ہوتے ہیں۔ سلطان جمیع مسلمانوں کے اموال خزانہ کا محافظ ہے تو وہ غیروں کے مال میں کس طرح خود مختاری سے بے جا خرچ کر سکتا ہے۔ اگر بے جا اصراف اور خیانت کا مرتکب ہو تو محاسبہ کی زد میں آجائے گا۔

(وجہ ہفتم) ابلیس نے امراء و سلاطین پر رچایا کہ فی الجملہ معاصی و حظ نفس تمہارے واسطے چنداں مضرت نہیں جبکہ تمہاری قوت سے ملک میں امن و امان ہے اور راہوں کی حفاظت ہے۔ یہی کارہائے نمایاں تم سے عذاب دفع کریں گے۔

(وجہ ہشتم) ابلیس ان میں سے اکثر امراء و سلاطین پر یہ تلبیس ڈالتا ہے کہ تم نے ملک کا خوب نظم و نسق سنبھالا ہے۔ دیکھو سب حالات کیسے مستقیم ہیں۔ حالانکہ جب غور کرو اور دیکھو تو معلوم ہو جائے کہ بکثرت خلل و خرابی موجود ہے۔

(وجہ نہم) ابلیس نے ان کی نظر میں رچایا کہ سخت مار پیٹ سے لوگوں کے بال کھینچ لیں یعنی مال گزاری و خراج بہت سختی سے وصول کرتے ہیں۔ اگر کسی عامل وغیرہ نے خیانت کی تو اس کا مال ضبط کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اختیار صرف اس قدر ہے کہ خائین پر گواہ قائم کریں یا

اس سے قسم لیں۔

(وجہ دہم) ابلیس نے ان کو رچایا کہ اول تو کمزور رعایا سے مال چھین لیتے ہیں۔ پھر اس مال کو خیرات کرتے ہیں۔ اس زعم پر کہ اس سے گناہ مٹ جائے گا بلکہ کہتے ہیں کہ صدقہ کا ایک درہم ہمارے دس درہم غصب کا جرم اٹھائے گا مگر یہ باطل اور محال ہے۔ کیونکہ زبردستی چھین لینے کا گناہ باقی ہے اور رہا صدقہ کا درہم تو وہ اگر غصب کے اس مال سے تھا تو قبول نہ ہوگا اور اگر مال حلال سے تھا تو بھی وہ غصب کا جرم معاف نہیں کر سکتا۔ فقہاء کثیر نے کہا ہے کہ غصب وغیرہ حرام مال سے صدقہ دے کر ثواب کی امید رکھنا کفر میں داخل ہے۔

(وجہ یازدہم) ابلیس نے ان کو رچایا کہ وہ معاصی پر اصرار کے ساتھ ساتھ صلحاء کی ملاقات کا بھی بڑا شوق رکھتے ہیں اور ان سے اپنے حق میں دعائیں کراتے ہیں۔ شیطان ان کو سمجھاتا ہے کہ اس گناہوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا۔ حالانکہ اس خیر سے اس شر کا دفعیہ نہیں ہو سکتا۔

(وجہ دوازدہم) بعضے عمال اپنے بالا دست حاکموں کے واسطے کام کرتے ہیں تو وہ نچلے عمال کو ظلم کا حکم دیتے ہیں تو یہ منحوس ظلم کرنے لگتا ہے۔ ابلیس اس کو بھی بہکاتا ہے کہ اس کا گناہ سردار پر ہے جس نے یہ حکم دیا ہے۔ تجھ پر نہیں ہے کیونکہ تو اس کے حکم و قانون پر عمل کرتا ہے۔ حالانکہ یہ سوچ محض باطل ہے۔ اس لیے کہ یہ شخص اس کے ظلم میں اور ظالمانہ قانون کے عمل درآمد میں اس کا مددگار ہے تو جو کوئی ظلم و گناہ میں دوسرے کا مددگار ہو تو وہ بھی عاصی ہے اور یہ بھی ہے کہ مال و دولت بالا دست کے پاس غصب و ظلم وغیرہ سے جمع کر کے جاتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ وہ شخص اسراف اور بے جا حرکات میں خرچ کرتا ہے تو یہ بھی ظلم کی اعانت ہے۔

سو یہ ہیں وہ بارہ طرح کی تلبیسات جن کے ذریعہ ابلیس والیان ملک اور صاحبان اختیار و اقتدار کو گمراہ کر کے ملک میں یدِ نظمی اور افراتفری پیدا کرتا ہے جس طرح گھر ایک چھوٹا سا انتظامی یونٹ ہے۔ اسی طرح حکومت بھی ایک وسیع انتظامی یونٹ ہے۔ اگر ابلیس

ایک گھرانہ میں تفرقہ ڈالنے پر اپنے شیطان کو شاباش دیتا ہے اور خوش ہوتا ہے اسی طرح اگر حکمرانوں میں تفرقہ ڈال دے تو اس شیطان پر ابلیس کی خوشی کا کیا ٹھکانہ ہوگا کہ اس کا وہ کارنامہ تو بڑی سطح پر تباہی و بربادی کا سبب بنتا ہوگا۔ اس لیے پاکستان کے حکمرانوں کو شیطانی مکر و فریب سے بچ کر رہنا چاہیے اور ہمہ وقت اللہ اور رسول ﷺ کی مدد اور استعانت کا خواہاں رہنا چاہیے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جہان بینی کے وضع کردہ قوانین و ضوابط پر پوری استقامت کے ساتھ عمل پیرا ہو کر غرباء و مساکین کی دلجوئی کرے۔ عفو و درگزر سے کام لے۔ لوگوں کے مال و جان، عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ چوروں، ڈاکوؤں، زانیوں، ظالموں، لٹیروں اور ذخیرہ اندوزوں پر شرعی سزائیں سختی سے نافذ کرے۔ عوام کی ضروریات زندگی ان کی پہنچ سے باہر نہ ہونے دے۔ ملکی دفاع سے غافل نہ رہے۔ داخلی اور خارجی امور پر گہری نظر رکھے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا لحاظ رکھے۔

صدر مملکت کو کون سی صفات سے متصف ہونا چاہیے؟

ایک اچھے صدر مملکت میں پاکیزہ صفات پائی جانی ضروری ہیں۔ مثلاً اس کا دامن کبیرہ گناہوں سے داغدار نہ ہو۔ احسان و فضل کی صفات سے متصف ہو۔ حکومت کی ذمہ داریوں کو بجالانے کی ہمت اور قوت ہو۔ عفو و درگزر کرنا جانتا ہو۔ جبر و استبداد سے بچتا رہے۔ سیاست کو ٹینش فری یعنی تناؤ سے پارک رکھے۔ متقی، خدا ترس اور پرہیزگار ہو۔ جب مسند حکومت پر بیٹھے تو اپنے رب کی یاد سے غافل نہ ہو۔ جب ملک کے خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہوں تو وہ ان خزانوں کو اپنے ذاتی آرام و آسائش اور عیش و عشرت میں صرف نہ کرے۔ بدکاری اور فسق و فجور پر وہ ان نہ چڑھنے دے۔ زمام حکومت ہاتھ آنے کے باوجود اپنا سر نیاز اپنے رب کے حضور عاجزی و انکساری سے جھکائے رکھے۔ غریبوں اور مسکینوں پر دست شفقت رکھے۔ رعایا کی ضروریات زندگی پوری کرنے والا ہو۔ وزیر اور مشیر دیندار، صائب الرائے، قانع، صابر اور وفادار ہوں۔

ہندوستان کے مسلمان سلاطین اور ان کے امراء و وزراء کی سیرت ہمارے لیے مشعل

راہ ہونی چاہیے۔ آپ کو عالی ہمتی، بلند حوصلگی، فن سپہ گہری میں مہارت، قبائے شاہی کے اندر رویشی، عبادات میں مشغولیت، علمی ذوق و شوق، وسعت مطالعہ کے ایسے نادر نمونے ملیں گے۔ جن کی نظیر ملنی مشکل ہوگی۔ ان میں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں:

سلطان شمس الدین التمش، سلطان غیاث الدین بلبن، ناصر الدین محمود، فیروز تغلق، شیر شاہ سوری، اورنگزیب عالمگیر، عبدالرحیم خان خاناں اور آصف وغیرہ ہیں۔ شیر شاہ سوری کے معمولات زندگی پر تھوڑی سی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ تہائی رات رہتی کہ بیدار ہو جاتا، غسل کرتا، نوافل پڑھتا، نماز فجر سے پہلے اور ادختم کر لیتا۔ مختلف صیغوں کے حسابات دیکھتا، روزانہ کا نظام عمل بناتا، پھر نماز فجر کیلئے وضو کرتا، جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا، پھر اذکار و اوراد میں مشغول ہو جاتا، نماز اشراق پڑھتا، لوگوں کی ضروریات معلوم کرتا، افواج شاہی اور اسلحہ کا معائنہ کرتا، ملک کی روزانہ آمدنی اور مالیہ کا معائنہ کرتا، پھر ارکان سلطنت اور سفراء حاضر ہوتے، مناسب ہدایات دیتا، دوپہر کے کھانے پر علماء اور مشائخ بھی دسترخوان پر ہوتے، دو گھنٹے اپنے ذاتی کام کرتا، قیلولہ کرتا، نماز باجماعت پڑھتا، قرآن مجید کی تلاوت کرتا، پھر امور سلطنت میں مشغول ہو جاتا، سفر و حضر میں اس نظام الاوقات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔

اکثر انسان یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ زندگی کا جو راستہ انہوں نے اختیار کر رکھا ہے وہی راہ راست ہے اور اس کا آفتاب اقبال اسی طرح ہمیشہ درخشاں رہے گا۔ اس لیے وہ کسی رہنما کی دعوت کو غور سے سننا ہی گوارا نہیں کرتا۔ کوئی ٹھوکر کھا کر بھی سنبھل جائے تو اس کی خوش نصیبی ہے۔ شیطان نے صرف ایک حکم عدولی کی۔ اس پر نادم اور تائب ہونے کی بجائے اور اکڑتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ رب العزت کو چیلنج دے دیا کہ جس انسان کی تو نے اتنی تکریم کی ہے اور جس کو سجدہ نہ کرنے کے جرم میں تو نے دھتکار دیا ان کو مکرو فریب کے شکنجہ میں یوں کسوں گا کہ وہ تیرے نافرمان اور میرے فرماں بردار بن جائیں گے۔ لہذا شیطان اپنے کام سے کبھی غافل نہیں رہا۔ ہر زمانہ میں نہایت سرگرمی سے اپنا کام کر رہا ہے

لیکن جس قدر زمانہ نبوت کے قریب رہا اس قدر اس کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوتی رہی اور جس قدر زمانہ نبوت سے دور ہوتا گیا اس کی کامیابی ترقی کرتی گئی اور اس کے راستے پر چلنے کیلئے لوگ بکثرت آمادہ ہوتے گئے۔ اب حالت یہ ہے کہ کسی بزرگ نے کہا: ”میں نے شیطان کو دیکھا اس نے مجھ سے کہا کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ میں لوگوں سے ملتا تھا تو ان کو تعلیم دیتا تھا مگر اب یہ حالت ہے کہ ان سے ملتا ہوں اور خود تعلیم لیتا ہوں۔“

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ ایک جامع متوازن اور معتدل نظام حیات ہے۔ اس پورے نظام کی بنیاد دو اہم ستونوں عدل اور احسان پر ہے۔ پوری کائنات کا نظام عدل پر قائم ہے۔ وہ گردش شمس و قمر ہو یا گردش لیل و نہار سب کے سب ایک نظام عدل کے تحت کام کر رہے ہیں۔ انسان کی تخلیق کا مقصد رضائے الہی کا حصول ہے اور عدل و احسان کا عمل اس مقصد کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ جس قوم کی سیاست، معاشرت، معیشت اور حکومت عدل و انصاف پر قائم ہوگی وہی قوم خوش نصیب ہوگی اور جس سر زمین پر عدل و احسان نہ ہوگا وہاں فتنہ و فساد ہوگا اور خیر و برکت اٹھ جائے گی۔ عدل و انصاف، محبت و اخوت، عفو و درگزر، شکرگزاری اور احسان مندی، ایثار و قربانی اور اخلاص و دردمندی وہ اعلیٰ صفات ہیں جن سے قوموں کو امن و سلامتی اور استحکام و خوشحالی کی دولت میسر آتی ہے۔ خیر کی قوت کو تقویت ملتی ہے اور شر کے فتنوں کی سرکوبی ہوتی ہے۔ آج ہم جن طبقاتی تعصبات اور فکری و نظریاتی تصادات کا شکار ہیں ان سے رہائی صرف اور صرف عدل و انصاف اور نیکی و احسان کی راہ پر چل کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

ابن خلدون فرماتے ہیں: ”جبر و تشدد اور استبداد کی پالیسی نے آج تک کسی حکومت یا مملکت کو استحکام نہیں بخشا۔ اس کا نتیجہ سوائے زوال اور پھر بتدریج تباہی کے اور کچھ نہیں نکلا جو حکومتیں یا حکمران عوام کے ساتھ عدل و انصاف نہیں کرتیں اور محض اپنے جبر و قہر کے بل بوتے پر حکومت کرنا چاہتے ہیں وہ ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔ ٹیکسوں کا بھاری بوجھ، عوام کی

جائیداد اور املاک پر جارحانہ قبضہ، انتظامیہ کی بے قاعدگیاں اور نا انصافیاں، حکمرانوں کی چشم پوشیاں، یہ تمام اسباب ایسے ہیں جن سے رعایا میں پہلے بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور پھر ملک میں بد امنی پھیل جاتی ہے بعد میں یہی اسباب بڑھتے بڑھتے ملک و قوم کی تباہی کا سبب بن جاتے ہیں۔ بدلے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ عوامی مسائل کی نوعیت بھی بدلتی رہتی ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ عوام کے بدلتے ہوئے مسائل کو پیش نظر رکھے اور انہیں دیانتداری، انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ حل کرے۔ جو حکومتیں عوام کے مسائل کو دیانتدارانہ اصولوں کے مطابق حل کرنے میں ناکام رہتی ہیں ان کا تباہ و برباد ہو جانا یقینی اور لازمی ہے۔ جو حکمران عوام کے دلوں پر حکومت کی صلاحیت کھودیتے ہیں وہ کبھی باقی نہیں رہ سکتے۔ جبر و استبداد اور ظلم و ستم دنیا کی سب سے بڑی لعنت ہے۔ وقتی طور پر اس سے کام نکالا جاسکتا ہے لیکن اس کا انجام ہمیشہ تباہ کن ہوتا ہے۔

قدرت کے قوانین اٹل اور یکساں ہیں جب تک کوئی قوم اپنی افادیت اور نفع رسانی کا ثبوت بہم پہنچاتی رہتی ہے وہ زندہ و سلامت رہتی ہے اور اس کا آفتاب اقبال درخشندہ و تاباں رہتا ہے لیکن جب وہ اپنے اقتدار اور طاقت کو لذت کوشی، عیش طلبی، منتقم مزاجی کیلئے وقف کر دیتی ہے اور اپنی ذمہ داریوں کو بجالانے میں غفلت برتی ہے تو سمجھ لو اس کے زوال کی گھڑی آ پہنچی ہے۔ اسے راہ سے ہٹا دیا جاتا ہے اور دوسری قوم کو آگے بڑھا دیا جاتا ہے۔ اگر ہم نے راست بازی و عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا، نیکی کو فروغ دینے اور بدی کا قلع قمع کرنے میں بھرپور کوشش کی، اپنے خالق و مالک کے سامنے اپنی جیبیں نیاز کو جھکائے رکھا اور نوع انسانی کی خدمت میں اپنے وسائل اور اپنی قوتوں کو استعمال کرتے رہے تو ہم پر کوئی آنچ نہ آئے گی اور اگر ہم نے اپنے مقصد میں کوتاہی برتی تو یاد رکھیں ہمیں بھی ٹھکرا دیا جائے گا۔ فطرت کا اصول ہے کہ قوم کی اجتماعی غلطیاں کبھی معاف نہیں کی جاتیں۔

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے

کرتی نہیں قوموں کے گناہ معاف

اس نیم براعظم پاک و ہند میں اپنے عروج و زوال کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو قوم قدم پر ہمیں درس عبرت ملے گا۔ غلامی کی طویل رات کے بعد ہمیں صبح آزادی سے ہمکنار کیا گیا۔ کیا ہم اپنی نفع رسانی اور افادیت کا ثبوت بہم پہنچانے میں کسی کوتاہی کا مظاہرہ تو نہیں کر رہے۔ کیا ہماری قوتیں نیکی کو مٹانے اور بدی کو فروغ دینے میں تو صرف نہیں ہو رہیں۔ کیا ہم خدا پرستی کی بجائے نفس پرستی کا شکار تو نہیں ہو رہے؟ ان سوالات کا جواب ہمیں بڑی حقیقت پسندی سے دینا ہوگا۔ اسی میں ہماری نجات اور اسی میں ہماری فلاح ہے۔ ارشادِ بانی ہے (ترجمہ) اور وہی خدا ہے جس نے تم کو زمین میں ناسب بنایا اور تم میں سے ایک کے درجے دوسرے پر بلند کیے اسی لیے تم کو جو نعمتیں عطا کی ہیں ان میں تمہیں آزمائے۔ بیشک تیرا مالک جلد سزا دینے والا ہے اور اس کے ساتھ بخششے والا مہربان بھی ہے۔ (سورۃ الانعام)

بادشاہوں کا عدل انصاف

ایک رات سلطان محمود غزنوی باوجود کوشش کے سونہ سکا۔ اس نے خیال کیا ضرور کوئی مظلوم آہ فریاد کر رہا ہے اور یہ اس کی آہ نغاں ہے جو مجھے سونے نہیں دیتی۔ چنانچہ وہ بستر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ محل سے باہر نکل آیا اور غزنی کے بازاروں میں گھومنے لگا۔ ایک مسجد کے اندر سے اس نے فریاد کی آواز سنی۔ مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا ایک شخص اللہ تعالیٰ کی جناب میں رورہ کر رہا ہے، خدایا! مجھے اس ظالم کے پنجے سے محفوظ رکھ۔ سلطان نے آگے بڑھ کر اس شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا، تیری فریاد نے تو میری نیند حرام کر دی۔ مجھے بتا وہ ظالم کون ہے جو تجھے دکھ دے رہا ہے۔ اس شخص نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ آنسو پونچھے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سلطان محمود اس کے پاس کھڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا، جس نے خود سلطان کو اس کے پاس بھیج دیا تھا، ورنہ دربار تک اس کی رسائی ناممکن تھی۔ پھر سلطان کی خدمت میں عرض کی، دربار کا ایک امیر میری بیوی کی عصمت کے درپے ہے۔ مجھے اس کی دست برد سے بچانا جائے۔

سلطان نے اسے اپنی انگوٹھی دی اور کہا، آئندہ جب وہ تیرے گھر آئے تو سیدھا میرے محل میں آجائیو۔ دربان کو یہ انگوٹھی دکھانا، وہ مجھے فوراً اطلاع کر دے گا۔

ایک رات وہ شخص سلطان کے پاس پہنچ گیا۔ دربان نے انگوٹھی اندر پہنچائی تو سلطان شمشیر بدست باہر آ گیا اور اس شخص کے ساتھ اس کے گھر پہنچ گیا۔ وہ ظالم ایک کمرے میں سو رہا تھا۔ سلطان نے کہا، اندر جا کر چراغ گل کر دو۔ پھر سلطان اندر داخل ہوا اور ایک ہی وار میں اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ چراغ جلایا تو سلطان نے الحمد للہ کہا اور کھانا کھانے کی فرمائش کی۔ وہ شخص متحیر کھڑا تھا۔ سلطان نے کہا، مجھے ڈر تھا یہ شخص میرا بیٹا نہ ہو اور محبت پداری مجھے اسے سزا دینے سے روک نہ دے۔ اس لیے میں نے چراغ گل کر دیا تھا۔ کھانا طلب کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ جب تیری بات سنی تو میں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اس ظالم کو سزا نہ دے لوں گا کھانے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔

(۲)

ایک بڑھیا نے حاضر ہو کر استغاثہ کیا کہ ڈاکوؤں نے اس کا مال لوٹ لیا ہے اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ سلطان نے کہا، مائی! وہ جگہ بہت دور ہے۔ وہاں کارروائی کرنا ممکن نہیں۔ بڑھیا نے تنگ آ کر کہا، انتظام نہیں کر سکتے تو وہ علاقہ فتح کیوں کیا تھا؟ سلطان لاجواب ہو گیا۔ پھر اپنے ایک سردار کو بہت سی فوج دے کر وہاں بھیجا۔ اس نے فوجی کارروائی کر کے بڑی مشکل سے ڈاکو گرفتار کیے اور بڑھیا کا مال اسے واپس دلایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان غیر معمولی قابلیت کا فوجی جرنیل ہونے کے علاوہ انصاف پسند اور انتظامی صلاحیت رکھتا تھا لیکن چونکہ دن رات فوجی کارروائیوں میں مصروف رہتا تھا اس لیے ان امور کی طرف پوری توجہ نہ دے سکا۔ بلحاظ فوجی جرنیل وہ دنیا کے صف اول کے فاتحین میں کھڑا نظر آتا ہے مگر اس کا مقصد اپنی سلطنت کی توسیع نہ تھا بلکہ صرف ہندوؤں کے دلوں میں بتوں کی عقیدت کو ختم کرنا تھا۔

(۳)

بستیاں اس وقت ویران ہوتی ہیں، جب عدالتوں سے انصاف اٹھ جائے
ایک طوطا طوطی کا گزر ایک ایسے علاقے سے ہوا جو کبھی بہت سرسبز و شاداب تھا اور
جہاں اناج کی فراوانی تھی مگر انہوں نے دیکھا کہ وہ قریہ اجڑ چکا ہے اور باغ صحرا میں تبدیل
ہو گیا ہے۔ طوطے نے طوطی سے کہا یہ بستی یقیناً کسی الو نے ویران کی ہے، کسی قریبی درخت
پر ایک الو بیٹھا یہ باتیں سن رہا تھا، وہ طوطے طوطی کے پاس آیا اور کہا آپ میرے علاقے
میں آئے ہیں، آپ کا بہت کرم ہوگا اگر آپ ایک رات میری طرف قیام کریں۔ دونوں
نے یہ دعوت قبول کر لی، صبح جب وہ الو کا شکریہ ادا کر کے رخصت ہونے لگے تو الو نے
طوطے سے کہا ”میاں تم یہ میری بیوی کیوں اپنے ساتھ لیے جا رہے ہو؟“ طوطا اس پر
حیران ہوا اور بولا ”تمہاری بیوی کیسے ہو سکتی ہے؟“ یہ سن کر الو نے کہا ”ہم آپس میں اس
طرح بحث کرتے رہیں گے اور کسی نتیجے پر نہیں پہنچیں گے، بہتر یہ ہے کہ ہم عدالت کا رخ
کرتے ہیں جو فیصلہ عدالت دے گی وہ ہم دونوں کو قبول ہوگا۔“ طوطے نے تائید کی اور
تینوں نے عدالت کا رخ کیا، حج نے دونوں فریقوں کی بات پورے تحمل سے سنی، ان کے
دلائل پر غور کیا اور بالآخر فیصلہ دیا کہ طوطی الو کی بیوی ہے۔ لہذا یہ الو ہی کے ساتھ جائے گی۔
یہ سن کر طوطا روتا دھوتا اپنی منزل کی طرف روانہ ہونے لگا تو الو نے اسے آواز دی اور کہا
”اکیلے کہاں جا رہے ہو؟ اپنی بیوی تو ساتھ لیتے جاؤ“ طوطے نے گلوگیر لہجے میں کہا ”اب
یہ میری بیوی کہاں ہے۔ عدالت تو تمہارے حق میں فیصلہ دے چکی ہے“ الو نے کہا ”نہیں،
یہ طوطی تمہاری ہی بیوی ہے۔ میں تو تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ بستیاں الوؤں سے
ویران نہیں ہوتیں، بستیاں اس وقت ویران ہوتی ہیں جب وہاں سے انصاف اٹھ جائے۔“
سو ہم نے اگر اپنی بستیوں کو ویران ہونے سے بچانا ہے تو ہمیں الوؤں سے شکایت کرنے کی
 بجائے اپنی پوری قوتیں عدلیہ کی آزادی کیلئے صرف کرنا چاہئیں اور برے سے برے
حالات میں بھی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھے رہنے کی بجائے اپنے حصے کا دیار روشن کرنا چاہیے۔

اپنے حصے کا دیار روشن کرتے جائیں، اندھیرے چھٹتے چلے جائیں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی مکتوبات

ایک زمانہ وہ بھی تھا جب اولیائے کرام، صوفیائے کرام، علمائے کرام، محقق، مفسر، مدبر حضرات اپنے اپنے زمانہ کے حکمرانوں کی اصلاح کیلئے خطوط لکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ مغلیہ دور حکومت میں دو ایسی عظیم مفکرہستیاں گزری ہیں جو کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ ان میں امام ربائی مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی مکتوبات سے کون واقف نہیں۔ یہاں تھوڑا سا تعارف حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کرایا جانا ضروری ہے اور انہی کے چند ایک مکتوبات سے مختصر اقتباس ہدیہ قارئین کرام کرایا جا رہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب ہوش سنبھالا تو سلطنت مغلیہ زوال پذیر تھی۔ معاشرہ اور سیاست کا حال دگرگوں تھا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں زوال و انحطاط کے اثرات نمایاں تھے۔ سارا نظام حکومت کھوکھلا ہو چکا تھا۔ اخلاقی قدروں کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی تھی۔ مرکز کے کمزور ہو جانے کے باعث سارے ملک میں ابتری، بد نظمی اور طوائف اہلو کی پھیلی ہوتی تھی۔ شاہجہان اور اورنگزیب کی دہلی اپنی عظمت دیرینہ کو خیر باد کہہ چکی تھی۔ دہلی کے خوشحال باشندے ہنگامہ آرائیوں سے سخت پریشان تھے۔ ان کو اپنی عزت و ناموس کا بچانا محال نظر آتا تھا۔ زمین و آسمان کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر ان پر بدحواسی، مایوسی، وحشت، کم ہمتی اور خود فراموشی کے وہ مہیب اثرات طاری تھے جنہوں نے ساری قوم کو بیکار اور مفلوج کر دیا تھا مگر بادشاہ ہنگامہ ہائے ناؤ نوش میں مدہوش اور عیش و عشرت میں غرق تھے۔ ان کے چاروں طرف امراء کی سازشوں کا ہولناک جال بچھا ہوا تھا۔ صوبوں میں خود مختاری اور نوابیاں قائم ہو رہی تھیں۔ سارا ملک سیاسی نبرد آزمائی اور کشمکش کا بازیچہ بن گیا تھا۔ پارٹی بندی، اقربانوازی اور رشوت ستانی کے مسموم اثرات محلات سے گزر کر عوام کی زندگی میں تلخی پیدا کر چکے تھے۔ فوج میں ابتری تھی۔ بددیانتی، غداری، حکم عدولی اور بغاوت نے عسکری نظام کو تباہ کر دیا تھا۔ اقتصادی حالت سب سے زیادہ تباہ تھی۔ آمدنی کے اصل

ذرائع ختم ہو کر رہ گئے تھے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل و دماغ پر ان حالات کا بے حد اثر ہوا۔ انہوں نے مایوسی اور قنوطیت کو پاس نہ آنے دیا۔ طوفان کے ہر تھپیڑے نے انہیں ایک نیا حوصلہ اور ولولہ دیا۔ انہوں نے حالات گرد و پیش کا جائزہ لیا اور پھر اپنے اصلاحی پروگرام کا خاکہ تیار کیا۔ ان کے نزدیک مسلم سوسائٹی کے زوال کا سبب مذہبی شعار سے بے اعتنائی اور علوم دینیہ سے بے تعلقی تھی۔ اقتصادی انحطاط تمام سیاسی انتشار کا باعث تھا، فرمایا کہ جس ملک میں اقتصادی توازن نہ ہو اس میں طرح طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ نہ وہاں عدل و انصاف قائم ہو سکتا ہے اور نہ رشوت سے پاک معاشرہ پنپ سکتا ہے اور نہ مذہب ہی اپنا اچھا اثر ڈال سکتا ہے۔ لہذا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض والیان ریاست اور امراء کو بذریعہ خطوط پند و نصائح فرمائیں اور اصلاح و احوال کیلئے بڑی مفید اور کارآمد تجاویز بتائیں۔ چند ایک خطوط کے اقتباسات جو پاکستان کے موجودہ حالات سے مطابقت رکھتے ہیں، درج ذیل ہیں:

امیروں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

”اے امیرو! دیکھو! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے، دنیا کی فانی لذتوں میں تم ڈوبے جا رہے ہو اور جن لوگوں کی نگرانی تمہارے سپرد ہوئی ہے ان کو تم نے چھوڑ دیا ہے تاکہ ان میں بعض بعض کو کھاتے اور نگلتے رہیں۔ تمہاری ساری ذہنی قوتیں اس پر صرف ہو رہی ہیں کہ لذیذ کھانوں کی کئی کئی قسمیں پکواتے رہو اور نرم و گداز جسم والی عورتوں سے لطف اٹھاتے رہو اچھے کپڑوں اور اونچے مکانات کے سوا تمہاری توجہ کسی اور طرف منعطف نہیں ہوتی۔“

سپاہیوں سے کہتے ہیں

”تم اعتدال کی راہ اپنے خرچ میں اختیار کرو اور محض اتنی روزی پر قناعت کرنے کیلئے آمادہ ہو جاؤ جو باآسانی تمہیں اخروی زندگی کے نتائج تک پہنچا دے۔ دیکھو اپنے خرچ کو اپنی آمدنی سے کم رکھا کرو، پھر جو بیچ جایا کرے اس سے مسافروں اور مسکینوں کی مدد کیا کرو

اور کچھ اتفاقی مصائب اور ضرورتوں کیلئے پسماندہ بھی کیا کرو۔“

مشائخ کو لکارتے ہیں

”ہم ایسے لوگوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے جو محض لوگوں کو اس لیے مرید کرتے ہیں تاکہ

ان سے نکلے وصول کریں۔“

عوام کو خطاب فرماتے ہیں

”اپنے مصارف وضع قطع میں تکلف سے کام نہ لیا کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے

نفوس بالآخر فسق کے حدود تک پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے

بندے اس کی آسانیوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اتنے کمانے کی کوشش کرو جس سے تمہاری

ضرورتیں پوری ہوں۔ دوسروں کے سینوں کے بوجھ بننے کی کوشش نہ کرو کہ ان سے مانگ

مانگ کر کھایا کرو یا تم ان سے مانگو اور وہ نہ دیں، اس طرح بے چارے بادشاہوں اور حکام

کے اوپر بھی بوجھ نہ بن جاؤ۔ تمہارے لیے یہی پسندیدہ ہے کہ تم خود کما کر کھایا کرو اگر تم ایسا

کرو گے تو خدا تمہیں معاش کی راہ سمجھائے گا جو تمہارے لیے کافی ہوگی۔

اے آدم کے بچو! جسے خدا نے ایک جائے سکونت دے رکھی ہو جس میں وہ آرام

کرے، اتنا پانی جس سے سیراب ہو، اتنا کھانا جس سے بسر ہو جائے، اتنا کپڑا جس سے

تن ڈھک جائے، ایسی بیوی جو اس کے رہن سہن کی جدوجہد میں مدد دے سکتی ہو تو یاد رکھو

کہ دنیا کامل طور سے اس شخص کو مل چکی ہے چاہیے کہ اس پر قناعت کرے اور خدا کا شکر ادا

کرے۔ ان افرادی نقائص سے قطع نظر شاہ صاحب نے سلطنت کے زوال کے کئی اور

اسباب بھی بتائے ہیں مثلاً فرماتے ہیں

”ملک کی خرابی اور ویرانی کے زیادہ تر دو سبب ہیں: ایک بیت المال یعنی ملک کے

خزانہ پر تنگی، وہ اس طرح کہ لوگوں کو یہ عادت پڑ گئی ہے کہ کسی محنت کے بغیر خزانہ سے روپیہ

اس دعویٰ سے حاصل کریں کہ وہ سپاہی ہیں یا عالم ہیں جن کا حق اس خزانہ کی آمدنی میں ہے

یا ان لوگوں میں سے ہیں جن کو بادشاہ خود انعام و اکرام دیا کرتے ہیں، جیسے زہد پیشہ صوفی

اور شاعری اور دوسرے گروہوں میں جو ملک و سلطنت کے کسی کام کے بغیر کسی نہ کسی طریقے سے روزی حاصل کرتے ہیں جو محنت کے بغیر ان کو ملتی ہے۔ یہ لوگ ان کے اور دوسروں کے ذرائع آمدنی کو کم کر دیتے ہیں اور ملک پر بوجھ بنتے ہیں۔

دوسرا سبب کاشتکاروں، بیوپاریوں اور پیشہ وروں پر بھاری محصول لگانا اور ان پر اس بارے میں سختی کرنا ہے، یہاں تک کہ جو بیچارے حکومت کے مطیع اور اس کے حکم کو مانتے ہیں وہ تباہ ہو رہے ہیں اور جو سرکش اور نادہندہ ہیں اور وہ سرکش ہو رہے ہیں اور حکومت کے محصول نہیں ادا کرتے حالانکہ ملک اور سلطنت کی آبادی سستے محصول اور فوج اور عہدیداروں کے بقدر ضرورت تقرر پر ہے چاہیے کہ اس زمانہ کے لوگ ہوشیار ہو کر سیاست کے اس راز کو سمجھیں۔“

مکتوبات میں زوال کے دیگر اسباب اسی طرح سے متعین کیے ہیں

(۱) خالصہ (سرکاری زمین جو کسی کا حق نہ ہو) کے علاقے کا محدود ہونا۔

(۲) خزانہ کی قلت۔

(۳) جاگیرداروں کی کثرت۔

(۴) اجارہ داری کے مسموم اثرات۔

(۵) افوج کے واجبات کا بروقت نہ ملنا وغیرہ وغیرہ۔

قوموں کے عروج و زوال کے متعلق آپ نے اس طرح تجزیہ فرمایا:

”اگر کسی قوم میں تمدن کی مسلسل ترقی جاری رہے تو اس کی صنعت و حرفت اعلیٰ کمال پر

پہنچ جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر حکمران جماعت آرام و آسائش اور زینت و تفاخر کی زندگی کو

اپنا شعار بنا لے تو اس کا بوجھ قوم کے کاریگر طبقات پر اتنا بڑھ جائے گا کہ سوسائٹی کا اکثر حصہ

حیوانوں جیسی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگا۔ انسانیت کے اجتماعی اخلاق اس وقت برباد ہو

جاتے ہیں جب کسی جبر سے ان کو اقتصادی تنگی پر مجبور کر دیا جائے۔ اس وقت وہ گدھوں اور

بیلوں کی طرح صرف روٹی کمانے کے لئے کام کریں گے۔ جب انسانیت پر ایسی مصیبت

نازل ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ انسانیت کو ان سے نجات دلانے کے لئے کوئی راستہ ضرور الہام کرتا ہے یعنی ضروری ہے کہ قدرت الہیہ انقلاب کے سامان پیدا کر کے قوم کے سر سے اس ناجائز حکومت کا بوجھ اتار دے۔“

انسانی معاشرے کی ترتیب کے سلسلہ میں ان کا خیال تھا

”معاشی وسائل کو وسیلہ کار بنانے کے لئے بنیادی اصول یہ ہے کہ جائز مال کو قبضے میں لایا جائے اور اس کو اس طرح ترقی دی جائے جس طرح ترقی دینا جائز ہے، مثلاً مویشیوں کی افزائش نسل، آبپاشی اور اصلاح زمین کے ذریعے سے زراعت کرنا وغیرہ لیکن اس باہمی تعاون سے معاشی زندگی کی تنگی کا باعث نہ بن جائے تاکہ ایسا نہ ہو کہ تمدن پر فساد پیدا ہو جائے۔“

شاہ صاحب کا خیال تھا کہ پیشوں کی غلط تقسیم حکومت کی طرف سے ٹیکسوں کی کثرت اور عیاشیانہ زندگی سماج کی بنیادیں کھوکھلی کر دیتی ہے۔ بدور بازغہ میں مدنی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شہر کی حیثیت ایک ”شخص“ کی سی ہے اور جس طرح جسم انسانی کو مختلف امراض سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ ”شہر“ کی بھی حفاظت کی جائے۔ فرماتے ہیں کہ اخلاق اگر محض علم سے پیدا ہو سکے تو کسی برائی کا علم ہو جانے کے بعد انسان میں خود بخود اچھا خلق پیدا ہو جاتا، لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ اس کا صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اخلاق ماحول کی پیداوار ہیں نہ کہ علوم کی۔ ماحول اگر ٹھیک ہو جائے تو اچھے اخلاق کے سرچشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

حجۃ البالغہ ج اول (ص ۴۵) میں فرماتے ہیں

شہروں کی بربادی کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہاں کے لوگ عمدہ زیورات، نفیس لباس، شاندار عمارات، لذیذہ طعام اور عورتوں کے حسن وغیرہ کے پیچھے جاتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرہ میں ایک بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔

حالات کی درستی کے لئے والیان ملک کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تو اس کے بعد ملاء اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) کی مرضی یہ ہے کہ تم اے بادشاہو! ہر علاقہ اور تین دن یا چار دن کی ہر مسافت پر ایک صاحب عدل امیر کو مقرر کرو جو ظالم سے مظلوم کا حق لے سکتا ہو اور شرعی حدود قائم کر سکتا ہو اور اس کی کوشش کرے کہ ان کی طرف سے پھر سرکشی اور فساد پیدا نہ ہو اور ارتداد اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کر سکیں۔ اسلام بالکل فاش اور علانیہ ہو جائے، اس کے شعائر بالکل کھلم کھلا ظاہر ہوں اور اپنے منصبی فرائض کو ہر شخص اختیار کرنا چاہیے کہ ہر شہر کے امیر کے پاس اتنی قوت و شوکت ہو جس کے ذریعہ سے اپنے شہر کی اصلاح پر وہ قابو پاسکے مگر اتنی شوکت و قوت نہ ہو کہ اس سے خود نفع اٹھانے لگے اور بادشاہ وقت سے سرکشی کرنے لگے چاہیے کہ ہر اقلیم (صوبہ) میں ایک بڑا امیر بھی مقرر ہو جس کے ذمہ فقط جنگ کی ذمہ داری عائد کی جائے، چاہیے کہ اس کی فوجی جمعیت ایسے بارہ ہزار مجاہدوں کی ہو جو اللہ کی راہ میں کسی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں اور ہر سرکش باغی سے جنگ کر سکتے ہوں، جب یہ ہو چکے تب چاہیے کہ منزلی نظامات اور دیگر معاملات کی جانچ کی جائے اور اسی قسم کی دوسری باتوں کی کہ کوئی بات ایسی باقی نہ رہ جائے جو شریعت کے مطابق نہ ہوتا کہ لوگ ہر لحاظ سے امن و عافیت کی زندگی بسر کرنے لگیں۔

ارشاد بانی ہے کہ انسان کو جب کوئی تکلیف گھیر لیتی ہے اور مصیبتوں کے منحوس سائے اس پر چھا جاتے ہیں تو اس وقت وہ اٹھتے بیٹھے، چلتے پھرتے کسی حالت میں ہو، التجائیں کرتا ہے، دعائیں مانگتا ہے اور پختہ وعدے کرتا ہے کہ اے میرے رب میری یہ مشکل آسان فرما۔ مجھے اس بربادی سے بچالے۔ میں عمر بھر تیرا شکر گزار بندہ بنا رہوں گا۔ کبھی تیری نافرمانی کا خیال تک بھی دل میں نہیں لاؤں گا لیکن ادھر مصیبت کا بادل چھٹا ادھر حضرت انسان نے سب وعدے فراموش کر دیئے اور پھر پرانی روش کو اختیار کر لیا لیکن یہ شیوہ ہر انسان کا نہیں بلکہ فقط وہی لوگ اس طرح کیا کرتے ہیں جو اسراف اور بے اعتدالی کے عادی ہوں۔ ان کی بگڑی ہوئی فطرت اور مسخ شدہ ذہنیت ان گناہوں میں بڑا حسن اور جاذبیت محسوس کرتی ہے۔ جس کر توت کے باعث وہ گرداب ہلاکت میں پھنسا تھا، جس

گناہ نے اس کی زندگی کے امن و سکون کو تہ و بالا کر دیا تھا اب پھر وہ اسے اختیار کر رہا ہے۔
آخر کار وہ دونوں جہاں میں ذلیل و خوار ہوگا۔

حکمرانوں کی اصلاح کیلئے قوم کے سنجیدہ طبقے کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

جب والیان ملک احکام خداوندی اور اسوۂ محمدی ﷺ کو پس پشت ڈال چکے ہوں۔
جب ظلم و جور، جبر و استبداد، مردم آزاری، انتقام اور کینہ پروری اور دولت ستانی میں مصروف
ہوں۔ اعیان سلطنت عیش و عشرت میں بدمست ہوں۔ معاشرت کا معیار اور زندگی کا تخیل
اتنا بلند ہو کہ جس شخص کے پاس امارت کے لوازمات نہ ہوں، اس کو حقیر سمجھا جائے۔ جب
ہر شخص کو ایک ہی غم اور فکر ہو کہ راتوں رات کیسے امیر بنا جائے۔ جب اپنوں ہی کے ہاتھوں
جبراً اجتماعی آبروریزی ہو رہی ہو، قتل و غارت گری ہو، دن دیہاڑے قومی خزانے اور
شاہراہیں لوٹی جا رہی ہوں، جب مہنگائی نے کمر توڑ کر رکھ دی ہو، بے روزگاری عام ہو، ملک
غزائی اجناس میں خود کفیل نہ ہو۔ اسلحہ کیلئے بیرونی ممالک کا محتاج ہو، داخلی اور خارجی امور
پر مکمل گرفت نہ ہو، جب ملک میں ایسی بھیانک خرابیاں پیدا ہو چکی ہوں تو ایسے نازک وقت
میں بھی اگر قوم کا سنجیدہ اور باہوش طبقہ خاموش تماشا سائی بنا رہا اور حکمرانوں کی اصلاح کیلئے
آگے نہ بڑھا اور ان کو راہ راست پر لانے کیلئے عملی جدوجہد نہ کی تو قانون قدرت کے
مطابق قوم نے تو غرق ہونا ہی ہے مگر یہ باشعور اور باخبر سنجیدہ طبقہ بھی ساتھ ہی رگڑا جائے
گا۔ اس لیے کہ یہ محض عبادات ہی میں ہمہ وقت کیوں مصروف رہا اور اس نے حکمرانوں کی
اصلاح کیلئے پوری قوت اور جمعیت کے ساتھ عملی قدم کیوں نہ اٹھایا جو قوم آنکھیں بند کر کے
اپنے گمراہ لیڈر کی پیروی کرے گی اور فہمیدہ و سنجیدہ جماعتیں اپنے حال میں مست رہیں
گی۔ حق و باطل میں امتیاز نہ کریں گی تو جہاں لیڈر کو سزا ملے گی وہاں اس کے پیروکاروں پر
بھی عذاب الہی ضرور آئے گا۔

”ارشاد ربانی ہے کہ فرعون قیامت کے دن بھی اپنی قوم کے آگے ہوگا اور انہیں

جہنم میں لا ڈالے گا۔“ (سورہ ہود، آیت ۹۷)

لہذا جو قوم آنکھیں بند کر کے اپنے گمراہ لیڈر کی پیروی کرے گی تو جہاں ایسے لیڈر کو سزا ملے گی وہاں اس کے پیروکاروں پر بھی عذاب آئے گا یعنی ان کو غور و فکر کی جو صلاحیتیں دی گئی تھیں ان سے کام لے کر انہوں نے حق و باطل میں کیوں امتیاز نہ کیا، ان کو دیدہ و بینا بخشا گیا تھا۔ وہ دانستہ کیوں اندھے بنے رہے۔ کیا یہ کوئی جرم کم ہے؟ قیامت کے دن یہ نامراد پیروکار اپنی قسمت کو روتے ہوئے لیڈر کو کوسنے دیتے ہوئے گرتے پڑتے اس کے پیچھے جا رہے ہوں گے۔ ہر گمراہ لیڈر اور اس کے ماننے والے اسی طرح میدان حشر میں حاضر کیے جائیں گے اور انہیں جہنم میں ڈالا جائے گا۔ حدیث پاک ہے کہ زمانہ جاہلیت کے شاعروں کا جھنڈا امراء القیس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ ان سب کو لے کر جہنم میں جائے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ قوم بھی اندھا دھند کسی غلط لیڈر کی پیروی نہ کرے ورنہ اس کا حشر بھی بد بخت لیڈر ہی کے ساتھ ہی ہوگا۔

سورہ نمبر ۳ آیت نمبر ۱۰۴ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ”ضرور ہونی چاہیے تم میں ایک جماعت جو بلا یا کرے نیکی کی طرف اور حکم دیا کرے بھلائی کا اور روکا کرے بدی سے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔“ پھر آیت نمبر ۱۰۵ کا ترجمہ اس طرح سے ہے: ”اور نہ ہو جانا ان لوگوں کی طرح جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور اختلاف کرنے لگے تھے۔ اس کے بعد بھی جب آچکی تھیں ان کے پاس روشن نشانیاں اور ان لوگوں کیلئے عذاب ہے بہت بڑا۔“ لہذا یہ ضروری ہے کہ مسلم قومیت کے تصور سے متصادم، نظریہ پاکستان کے خلاف اس پر صدق دل سے یقین نہ رکھنے والی جماعتوں پر پابندی عائد کر دینی چاہیے۔ ایسی جماعت کیلئے بنیادی قوانین حکومت کی طرف سے منظور شدہ ہوں۔ معاشرتی ترقی کیلئے یہ کام احتساب سے کسی طرح سے بھی کم ضروری نہیں سمجھنا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ کے بنیادی احکام میں حکومت کے پانچ ستون ذکر کیے گئے ہیں جو اس طرح سے ہیں:

(۱) اجتماعی نظام کا قیام (۲) امیر کے حکم کی فرمانبرداری (۳) حکم کی تعمیل اور اطاعت

(۴) اجتماعی سطح نظر کیلئے وطن سے ہجرت اور (۵) خدائے واحد کے راستہ میں جہاد۔ پھر فرمایا: ”جو فرد جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہو گا وہ فوراً رشتہ اسلام سے کٹ کر علیحدہ ہو جائے گا۔“ اسلام کے بعد جو شخص زمانہ جاہلیت کی طرف رجوع کرے گا اس کا مقام جہنم ہے۔ خواہ وہ روزوں پر روزے رکھے اور نمازوں پر نمازیں پڑھتا رہے۔ اس حدیث مبارکہ سے ان مسلمانوں کو اپنا حشر معلوم ہو جانا چاہیے جنہوں نے صرف نمازوں اور روزوں پر ہی قناعت کر رکھی ہے اور فرمان نبویؐ کی واجب التعمیل ہدایات کی تکمیل سے اپنی جان کو چرار کھا ہے۔

نبی محترم و معظم ﷺ کا پہلا حکم ”ابماعتہ“ قرآن پاک کے واضح احکام کی تفسیر ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ”اور مضبوطی سے پکڑ لو اللہ کی رسی سب مل کر اور جدا جدا نہ ہونا اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت جو اس نے آپس میں الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں تو بن گئے تم اس کے احسان سے بھائی بھائی اور تم کھڑے تھے دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تو اس نے بچا لیا تمہیں اس میں گرنے سے یونہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتیں تاکہ ہدایت پر ثابت رہو۔“

قومی عزت و وقار کیلئے اتفاق و اتحاد کی ضرورت

دنوی زندگی میں تعمیر و تخریب کا ایک نہ ختم ہونے والا چکر چل رہا ہے کوئی قوم عزت و وقار سے زندہ و سلامت نہیں رہ سکتی جب تک اس کے افراد میں اتفاق و اتحاد نہ ہو۔ امت مسلمہ جو کہ دولت رشد و ہدایت کی امین اور رحمت خداوندی کی قاسم بنا کر بھیجی گئی ہے۔ اس قوم کیلئے ضروری ہے کہ وہ عزت و وقار کے ساتھ زندہ رہے اور یہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ اس کے افراد میں اتحاد و اتفاق حقیقی اور پائیدار ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم اعتقاد اور عملاً کتاب و سنت کی رسی مضبوطی سے پکڑ لیں۔ ہمارے اتحاد کا صرف یہی سبب ہے اور صرف اس طرح اتفاق و اتحاد کی نعمت میسر آ سکتی ہے جس سے ہمارے دین اور دنیا کے حالات سنور سکتے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل عرب میں ہر قبیلہ

دوسرے قبیلہ سے برسر پیکار تھا۔ یہاں تک کہ جب حضور تشریف لائے تو عداوت کی جگہ محبت نے لے لی۔ یہ وہ انقلاب تھا جس نے عرب کی کایا پلٹ دی۔ ٹوٹے ہوئے دل جوڑ دیئے۔ سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔ وہ لوگ جو دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے کہ گرنے ہی والے تھے کہ رحمت الہی نے دستگیری فرمائی اور آتش جہنم میں گرنے سے بچا لیا۔ سوان احسانات کو یاد کرو اور یاد رکھو اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور اپنی صفوں میں انتشار کو جگہ نہ دو۔

یہ دینِ قیم جس نے عالم بشریت کی تقدیر بدل دی اس کی تبلیغ و اشاعت ایک اہم ترین فریضہ ہے اس لیے ایسی با کردار جماعت تیار کرنا ملت کا اجتماعی فریضہ ہے جس کا علم و عمل، ظاہر و باطن، سیرت و کردار رسول اللہ ﷺ کا مظہر کامل ہو۔ ان میں علوم اسلامیہ میں مہارت تامہ کے ساتھ ساتھ سیرت کی پاکیزگی، کردار کی پختگی اور ظاہر و باطن کی یکسانی پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس لیے جس بڑی سے بڑی مالی و جانی قربانی، ایمان فراست، قلبی بصیرت اور روحانی تربیت کی ضرور ہے وہ پوری ہونی چاہیے۔ اگر آج ملت اس اہم فریضہ کو ادا نہ کرے گی تو وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنی اس کوتاہی کیلئے جواب دہ ہوگی۔ تاریخ شاہد ہے جب تک ایسے افراد تیار ہوتے رہے گلشن اسلام میں فصل بہار رہی کفر کے ظلمت کدے اسلام کے نور سے منور ہوتے رہے لیکن اب ملت اسلامیہ کے حالات اتنے درد انگیز اور روح فرسا ہیں کہ بیان کرنے کی ہمت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار مسلمانوں کو گروہ بندی اور اختلافات سے منع فرمایا ہے۔ گروہ بندی اور اختلافات کی لعنت میں گرفتار قوموں کی عبرتناک داستان بیان فرمائی تاکہ مسلمان اسے سنیں اور نصیحت پکڑیں مگر افسوس آج ہم بھی ایسے مقام پر کھڑے ہیں کہ ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب اور ایک کعبہ رکھنے والی قوم نے اپنے آپ کو کئی فرقوں میں بانٹ رکھا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اک پاسے بریلوی سن اک پاسے دیوبندی

دو جے پاسے شیعہ سنی سن ڈاہڈی فرقہ بندی

اک پنڈتے اٹھ مسیتاں کبھدی کراں پابندی
وچ وچالے کوٹھا میرا قسمت میری مندی

علماء سوء نے مسلمانوں کے درمیان نفرت و عداوت کی اتنی بلند دیواریں کھڑی کر دی ہیں کہ اب ان کے مل بیٹھنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اسلام دشمن تحریکوں کے مہلک اثرات کا بھی ہمیں بخوبی علم ہے۔ بے حسی اور بے بسی نے ہماری تعمیری صلاحیتیں ناکارہ بنا دی ہیں لیکن ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ سارے چراغ گل ہو گئے ہیں۔ سارے چشمے خشک ہو گئے ہیں۔ ہمیں اپنے گروہی نظریات اور مفادات اتنے عزیز ہو چکے ہیں کہ ہم اسلام کے بنیادی عقائد اور اصولی نظریات کا چمن اجڑتا تو دیکھ سکتے ہیں مگر ہم ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

بعض دینی جماعتیں اس گمان اور زعم میں ہیں کہ حکمران جو دل چاہے کرتے رہیں انہیں ملکی سیاست میں ملوث نہیں ہونا چاہیے۔ گویا وہ دین کو سیاست سے الگ سمجھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حکمران منہ زور ہو جاتے ہیں بلکہ کئی دینی جماعتوں کو کئی طرح کے دنیوی لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ حالانکہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

نظام پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جہاد کی اہمیت

بعض دینی جماعتیں جہاد کے متعلق مختلف خیال رکھتی ہیں اور ضرورت جہاد کو فی الوقت قبل از وقت سمجھتی ہیں حالانکہ ارشاد ربانی ہے:

کیا ہو گیا ہے تمہیں کہ جنگ نہیں کرتے ہو راہ خدا میں حالانکہ کئی بے بس مرد اور عورتیں اور بچے ایسے بھی ہیں جو ظلم سے تنگ آ کر عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب، نکال ہمیں

اس بستی سے ظالم ہیں جن کے رہنے والے اور بنادے ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی دوست اور بنادے ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار جو ایمان لائے ہیں وہ جنگ کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں وہ جنگ کرتے ہیں۔ طاغوت (شیطان) کی راہ میں تو اے ایمان والو! لڑو شیطان کے حامیوں سے بیشک شیطان کا فریب کمزور ہے۔

(سورہ ۴، آیت ۷۵، ۷۸)

بس کیا ہو گیا ہے ہماری دینی جماعتوں کے سرپرستوں کو کہ وہ اپنے عقیدت مند مریدوں میں جذبہ جہاد کیوں نہیں ابھارتے۔ اپنے نوجوانوں کو عبادت کے ساتھ ساتھ نیم عسکری تربیت کا اہتمام کیوں نہیں کرتے۔ ایک دینی جماعت کے افراد دوسری جماعت کے مسلمان افراد پر حملہ آور کیوں ہوتے ہیں؟ کلاشنکوفوں کے برسٹ بلکہ بمباری کیوں کرتے ہیں؟ کیا ہماری دینی جماعتوں نے صرف یہ سمجھ رکھا ہے کہ دشمن پر صرف دعاؤں ہی کے ذریعہ غلبہ پایا جائے گا۔ یہ تو محض ان پر ابلیس کا مکر و فریب ہے۔ اگر محض دعا ہی سے دشمن کو مغلوب کرنا ہوتا تو رسول اکرم ﷺ کبھی بھی بنفس نفیس دشمن کے سامنے اپنی قلیل جماعت جو کہ حربی آلات سے بھی پوری طرح لیس نہ تھی، صف آرا نہ ہوتے۔ آپ نے دس برس کے دوران بے سرو سامانی کے دور میں بھی ۲۶ غزوات میں خود شرکت فرمائی۔ ۵۶ سرایا روانہ فرمائے اور ۸۲ جنگیں لڑیں۔ فرشتے مدد کیلئے ضرور اترے مگر اس وقت جب مسلمان قلیل ہوتے ہوئے بھی میدان جنگ میں اتر آئے۔ اگر کوئی گروہ گھروں یا آستانوں میں بیٹھ کر صرف دعا پر ہی اکتفا کر لے تو فرشتے بھی محض آمین کہنے پر ہی اکتفا کریں گے۔ نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر مستجاب الدعوات اور کون ہو سکتا ہے۔ وہ دعا ہی سے کافروں کو مسلمان کرا لیتے۔ قانون الہی تو یہ ہے کہ سینہ تان کر دشمن کی کثرت و قوت کو نظر انداز کرتے ہوئے ارشاد خداوندی کی تعمیل میں میدان جنگ میں کود جاؤ۔ پھر فتح و نصرت کیلئے دعا کرو تب یقیناً نصرت الہی مدد کو آئے گی۔ غزوہ بدر کے معرکہ کو ذرا تصور میں لائیں۔ آنحضرتؐ نے جب اپنے چند جاں نثار ساتھی بے سرو سامانی کی حالت میں جنگ

میں جھونک دیئے تب بارگاہ خداوندی میں دعا میں مصروف ہو گئے۔ آپ پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے ”خدا یا! تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے آج پورا کر“ بے خود اور پریشانی کے عالم میں چادر کندھے پر سے گر پڑتی تھی اور آپ کو خبر تک نہ ہوتی۔ کبھی سجدہ میں گرتے اور فرماتے ”خدا یا! اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تیری کوئی عبادت نہ کرے گا“ تب اللہ نے اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔ اب اگر دینی جماعتیں اس طرح کی کیفیت اپنائیں تو اللہ تعالیٰ مدد کا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔

جہاد میں شرکت کیلئے ضروری ہے کہ مجاہدین جسمانی لحاظ سے چاق و چوبند ہوں حالات کے مطابق عسکری تربیت سے کما حقہ آشنا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کو ہر طرح کی جنگی تربیت دلواتے۔ خود بھی حصہ لیتے اور نگرانی فرماتے۔ آج مسلمانوں نے کشتی، شہسواری، جنگی مشقوں اور دوسری جسمانی ورزشوں کو فراموش کر دیا ہے اور ان کھیلوں کو اختیار کر لیا ہے جن کا جسمانی فٹنس سے کوئی تعلق نہیں۔ ضروری ہے کہ نوجوانوں میں شہسواری، فوجی زندگی، سادگی، استقلال، عزیمت اور مصائب پر صبر و استقامت کی اہلیت پیدا کریں۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عجمی ممالک میں اپنے عرب عمال کو ہدایات دیتے ہوئے یوں لکھا:

”تن آسانی و راحت طلبی کی زندگی اور عجمی لباسوں سے ہمیشہ دور دور رہنا، دھوپ میں بیٹھنے اور چلنے کی عادت برقرار رکھنا کہ وہ عربوں کا حمام ہے۔ جفاکشی اور سادہ زندگی، صبر و تحمل موٹے جھوٹے پہننے کے عادی رہو، گھوڑے پر جست لگا کر بے تکلف بیٹھنے کی مشق رہنی چاہیے۔ نشانے درست ہو چاہئیں۔“

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”اہل عرب تیر اندازی کی مشق رکھو۔ اس لیے کہ تمہارے جدا امجد اسماعیل علیہ السلام تیر انداز تھے۔ ایک دوسری جگہ فرمایا: ”یاد رکھو جس قوت کے تیار رکھنے کا قرآن مجید میں تاکید ہے وہ تیر اندازی ہے وہ تیر اندازی ہے۔“

تعلیم و تربیت کے ذمہ داروں کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ہر ایسی چیز کا مقابلہ کریں جو

مردانگی اور شجاعت کو کمزور کر رہی ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کسی قسم میں مردانگی اور غیرت انسانی کو زوال ہوا۔ عورتوں نے اپنی نسائیت کے خلاف بغاوت کی۔ مردوں کی مسابقت کی خانگی زندگی سے نفرت اور غفلت برتی۔ ضبط تولید کو اپنایا تو پھر ان کا ستارہ اقبال غروب ہوا اور رفتہ رفتہ اس کے نشانات بھی مٹ گئے۔ یونانی، رومی اور ایرانی اقوام کا انجام یہی ہوا۔ پاکستان بھی آج اسی راہ پر گامزن ہے جو عبرتناک انجام تک لے جاتی ہے۔ مسلمانان پاکستان کو ابھی سے اپنی اصلاح کیلئے عملی اقدام اٹھانے چاہیں ورنہ بد سے بدتر انجام کا سامنا کرنا پڑے گا۔

دعا اپنی جگہ بالکل جائز اور مفید ہے مگر دعاء عمل کا بدل نہیں۔ بقول علامہ اقبال،

کر سکتی ہے بے معرکہ جینے کا تلافی

اے شیخ! بتا تیری مناجات سحر کیا؟

ابلیس لعین اپنے مشیروں کو مسلمانوں کے بارے میں ہمیشہ یہ مشورہ دیتا ہے کہ

تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے

تابساط زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے

پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

مسلمانان عالم کیلئے یہ لمحہ فکر یہ ہے کہ اتنی کثیر تعداد میں ہوتے ہوئے اور وسیع وسائل

رکھنے کے باوجود یہود نصاریٰ کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں اس ذلت اور رسوائی کی سب

سے بڑی وجہ ترک جہاد ہے۔ کفار صرف اور صرف جہاد ہی سے خوف اور ڈر محسوس کرتے

ہیں۔ جہاد کوئی عارضی اور وقتی ضرورت تک محدود نہیں بلکہ جہاد کا حکم تو قیامت تک جاری

ہے۔ اگر جہاد حیات امت مسلمہ کے کسی مرحلے کی عارضی ضرورت ہوتی تو قرآن کے اندر

اس کثرت سے تکرار اور تبلیغ و تحریص کے ساتھ اس کا ذکر نہ ہوتا۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی

کا بیشتر حصہ پورے جوش و خروش اور سرگرمی کے ساتھ اس پر عمل کرتے گزرا۔ اگر جہاد محض

کسی مرحلے کی عارضی ضرورت ہی ہوتا تو آپ قیامت تک پیدا ہونے والے ہر مسلمان کیلئے وصیت چھوڑ کر نہ جاتے کہ ”جو ایسی حالت میں مر گیا کہ اس نے زندگی بھر نہ تو کبھی جنگ کی ہوگی اور نہ اس بارے میں کبھی سوچا ہوگا تو گویا وہ منافقت کی ایک خاصیت کے ساتھ مر گیا“ خود رسول اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ کے یہودیوں کا تکبر غرور اور جنگی قوت پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ یہودی ترک وطن کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مدینہ سے در بدر ہو کر یہودی خیبر میں جا بے مگر وہاں بھی یہ اپنی سازشوں اور فطرتی خباثتوں اور بد عہدیوں کے باعث مدینہ پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ کی جرأت، ہمت، بہادری اور تدبیر دیکھئے کہ ۹۶ میل کا سفر تین دنوں میں طے فرما کر خیبر کے قلعوں پر حملہ آور ہو گئے۔ یہودی بے پناہ قوت اور محفوظ قلعوں کے باوجود دشمن کی سرزمین میں انہیں ایسی عبرتناک شکست دی کہ ایسی مثال شاید ہی تاریخ پیش کر سکے۔ ان واقعات کو دہرانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ نصرت الہی صرف اور صرف اسی صورت میں آتی ہے جبکہ مسلمان خود عملی طور پر کفار کے سامنے جنگ کیلئے صف آرا ہو جائیں۔

آج مسلمانان عالم یہود و نصاریٰ اور ہنود کے ہاتھوں صرف اور صرف اس لیے ذلیل و خوار ہو رہے ہیں کہ یہ جذبہ جہاد کو عارضی اور وقتی ضرورت سمجھتے ہوئے ترک کر چکے ہیں۔ اسلامی دنیا کرۂ ارض پر مشرق وسطیٰ، مشرق بعید اور وسطی ایشیا تین بڑے حصوں میں منقسم ہے۔ اس وقت دنیا میں پچاس کے لگ بھگ مسلم ممالک ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا کے ہر ملک میں مسلمانوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ بحیثیت مجموعی دراصل مسلم ممالک ایک سپر طاقت ہیں۔ کچھ ممالک معدنی اعتبار سے مالا مال ہیں اور کچھ افرادی قوت کے اعتبار سے فائق ہیں مگر مقام افسوس ہے ہر ملک اپنے دگرگوں حالات کی وجہ سے بڑی طاقتوں کے بالواسطہ یا بلاواسطہ زیر نگیں ہیں جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان ممالک میں داخلی اتحاد و اتفاق نہیں ہے اور یہ جدید آلات حرب و ضرب کے حصول کیلئے سپر طاقتوں کے محتاج ہیں جو ملک ان کے چنگل سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اسے پھر سے محکوم بنانے کیلئے سیاسی،

اقتصادی اور عسکری حربے استعمال کیے جاتے ہیں۔ مسلم ممالک کو آپس میں دست و گریبان کرایا جاتا ہے۔ اندرونی سازشیں کی جاتی ہیں۔ اسلام پسند کو تختہ ستم بنایا جاتا ہے۔ انہیں بنیاد پرست کہہ کر نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ان پر دہشت گردی کا لیبل لگایا جاتا ہے۔ یہودیوں کے ساتھ مسلم ممالک کو صلح کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ جملہ مسلمانان عالم بخوبی جانتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ ان کے خلاف سازشوں میں لگے ہوئے ہیں اور اتحاد ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے کیلئے فریب کاریوں میں مصروف ہیں مگر ہم پھر بھی اقوام متحدہ سے امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہیں اور یہود و نصاریٰ کو اپنا خیر خواہ اور نجات دہندہ سمجھے ہوئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ یہود و نصاریٰ قیامت تک مسلمانوں سے کبھی راضی نہ ہوں گے تا وقتیکہ مسلمان ان کے مذاہب میں داخل نہ ہو جائیں۔ اس ضمن میں ارشاد بانی بڑا واضح ہے:

(ترجمہ) ”اور ہرگز خوش نہیں ہوں گے آپ (ﷺ) سے یہودی اور عیسائی یہاں تک کہ آپ (ﷺ) پیروی کرنے لگیں ان کے دین کی۔ آپ (ﷺ) انہیں کہہ دیجئے کہ اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی سیدھا ہے اور اگر (بفرض محال) پیروی کریں ان کی خواہشوں کی اس علم کے بعد بھی جو آپ (ﷺ) کے پاس آچکا ہے تو پھر نہیں ہوگا آپ کیلئے اللہ کی گرفت سے بچانے والا کوئی یار اور مددگار۔“ (سورہ ۲، آیت ۱۲۰)

پھر ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(ترجمہ) ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ، یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انہی میں ہے، یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔“

(المائدہ، ۵۱)

اسلامی ممالک میں سیاسی اور ملی استحکام کی ضرورت

آج اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ اسلامی سربراہی تنظیم (او۔ آئی۔ سی) کو مضبوط

سے مضبوط تر بنایا جائے۔ ہر اسلامی ملک اپنے اندر سیاسی اختلاف کو دور کر کے استحکام پیدا کرے۔ اپنے ملکی حالات درست کرے۔ انتقامی روش ترک کر کے ملک کے اندر افہام و تفہیم سے نظم و نسق قائم کرے۔ رشوت ستانی، منشیات، بے ایمانی، بد اخلاقی کو ختم کرے۔ اندرونی امن و امان کو مستحکم کرے۔ اپنے کردار اور عادات کو درست کرے۔ صحیح معنوں میں مسلمان بن جائے۔ فرقہ بندی کو ختم کر دے۔ ملی یکجہتی صرف نام کی نہ ہو بلکہ کام کی ہو۔

بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

آج پاکستان، ایران، ترکی، افغانستان کو مضبوط بنائے جانے کی اشد ضرورت ہے۔ اندرونی خلفشار کو مٹایا جائے۔ انڈونیشیا، ملائیشیا، بنگلہ دیش، برونائی میں اشتراک پیدا کیا جائے۔ نو آزاد مسلم ریاستوں ازبکستان، قازقستان، کرغستان، آرمینیا اور آذربائیجان میں اتحاد و اشتراک ہونا چاہیے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خود پاکستان میں اتحاد و ملت کو مضبوط تر بنایا جائے جس کی آج اشد ضرورت ہے۔ وطن عزیز پاکستان سخت مصائب و مشکلات اور مال و جان، عزت و آبرو لوٹا کر حاصل کیا ہے مگر ہماری بدبختی اور بد نصیبی یہ ہے ہم ابلیس لعین کے مکر و فریب میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا واضح اور بین ارشاد ہے کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ یہ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی ہماری حکمران عیسائی عالمی طاقتوں کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ ہم اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ امریکہ ہی ہمارا نجات دہندہ ہے اور وہ کسی آڑے وقت میں ہماری مدد کرے گا۔ حالانکہ حقائق ہمیشہ اس کے برعکس رہے ہیں۔ یہود و نصاریٰ نے ہمیں اخلاقی طور پر بھی تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اپنی قوم کی بیٹیوں کی شادیاں مسلمان بادشاہوں سے کرادیں۔ اعلیٰ فوجی افسران اور کئی بین الاقوامی شہرت کے حامل مسلمان نوجوانوں سے یہود نہیں بیاہ دیں۔ اگر کوئی سمجھے کہ یہ خواتین تو اسلام قبول کر چکی ہیں اس لیے بے ضرر ہو گئی ہیں تو یہ محض اس کی

خام خیالی اور خوش فہمی ہے۔ ایسی خواتین تو ایک گہری سازش کے تحت ادھر بھیجی جاتی ہیں۔ وہ نہ تو اپنے خاوند کی وفادار ہو سکتی ہیں اور نہ ہی اسلامی ملک و ملت کی کبھی خیر خواہ ہو سکتی ہیں۔ ان کا مشن تو کچھ اور ہی ہوتا ہے جسے وہ نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے پورا کرتی ہیں مگر ہم اسی بحث و تمحیص میں الجھے رہتے ہیں کہ کیا ہوا۔ کوئی غلط کام نہیں ہوا بلکہ غیر مسلم کو مسلمان کیا ہے۔ اس لیے اب وہ اسلام کیلئے بے خطر ہیں۔ جب اللہ نے قرآن پاک میں حتمی فیصلہ فرما دیا ہے کہ یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے کبھی خوش نہیں ہوں گے تو پھر ہمیں ادھر ادھر کی تاویلیں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسی لعنت کو تو پھر ختم کر دینا ہی ہمارے لیے بہتر ہے۔ جب اپنے مذہب میں اچھے سے اچھا رشتہ مل سکتا ہے تو پھر غیر مذاہب میں رشتے کرنے کا کیا تک ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت

حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بوجہ احسن نہایت ضروری ہے۔ اللہ کریم اپنے حقوق کی عدم ادائیگی سے تو صرف نظر کر سکتا ہے مگر حقوق العباد میں غفلت اور کوتاہی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ والیان ملک و ریاست و صاحبان اختیار و اقتدار انسانی حقوق کی مکمل حفاظت کریں ورنہ انسانیت کی عزت و احترام کیلئے اسے خود ہی کوئی انتظام کرنا ہوگا۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ انسان نے جب حقوق اللہ سے تجاوز کر کے حقوق العباد کو پس پشت ڈال دیا۔ خدا کے بندوں کو ان کے فطری حقوق سے محروم کرنا چاہا، انہیں اپنا غلام بنا لیا۔ ان کی زمینیں چھین لیں، ان کی محنت کا استحصال کیا، ان کے خون سے اپنی ہوس ملک گیری کی تسکین کی، ان کی ہڈیوں کی بنیاد پر اپنے عیش و نشاط کے محل تعمیر کیے اور مقام انسانیت کی تذلیل کی تو رب نے بھی انسانیت کی عزت و احترام کیلئے خود انسان ہی کو کھڑا کر دیا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار دی اور حکم دیا کہ ”وقاتلوہم حتی لا تکون فتنة“ یعنی تم ان سے برابر جنگ کیے جاؤ یہاں تک کہ فتنة باقی نہ رہے۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ امن و سلامتی کے قیام کیلئے تلوار کا استعمال ناگزیر ہے۔ خونریزی کو ختم کرنے کیلئے

خون ریز مقابلہ لازمی ہے کیونکہ خون کے دھبے اشکوں سے نہیں خون ہی سے دھوئے جاسکتے ہیں۔ وحشت و بربریت کا انسداد بے کسی اور کمزوری سے نہیں طاقت و قوت ہی سے ہو سکتا ہے۔ توپوں کی گھن گرج در ماندگی کی چیخوں سے نہیں شیران خدا کی گرج ہی سے خاموش کیا جاسکتا ہے اور جنگ کا خاتمہ آہوں سے نہیں بلکہ جنگ ہی سے ممکن ہے۔

مایوسی گناہ ہے

ابلیس لعین خاص طور پر مسلمانوں میں مایوسی پھیلانے کی فکر میں رہتا ہے۔ اللہ کی رحمت و برکت اور مدد سے ناامید کرانے میں بہت کوشش کرتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ جو دنیا اور آخرت میں اس کی امداد سے مایوس ہو تو اس کیلئے پھر کوئی اور چارہ کار نہیں کہ وہ اپنی زندگی ختم کر لے کیونکہ زندگی نام ہے عمل کا اور عمل وابستہ ہے امید سے۔ امید نہ ہو تو عمل نہیں ہو سکتا اور امید کا تعلق اللہ کی ذات بابرکات پر بھروسے سے ہے کیونکہ یہ کائنات اسی کی بنائی ہوئی ہے اور یہاں اسی کی کار فرمائی ہے۔ سورہ الحج کی آیت ۱۵ کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

”جو کوئی یہ گمان کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا میں اور آخرت میں قطعاً اس کی مدد نہیں کرے گا تو چاہیے کہ وہ اوپر کی طرف ایک رسی تانے پھر (اپنا تعلق زندگی سے) منقطع کر لے۔ پھر دیکھے اس کی (اس) تدبیر نے اس کے غصہ کے سبب کو دور کر دیا۔“ مذکورہ آیت میں پہلے لفظ ”ظن“ لایا گیا ہے کیونکہ یہ خیال کرنا کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے کسی بندے کی مدد نہیں فرمائے گا تو پھر اس کا زندہ رہنا بے سود ہے۔ پھر اسے چاہیے کہ وہ اوپر کی طرف ایک رسی تانے یعنی چھت کے ساتھ رسی باندھے۔ آگے یہ نہیں فرمایا کہ پھر اس کا پھندا بنا کر اپنے گلے میں ڈال لے اور خودکشی کر لے۔ صرف اتنا فرمایا کہ اپنا تعلق دنیا سے منقطع کر لے۔

باقی بات خود بخود بیچ میں آگئی۔ گویا ارشاد فرمایا کہ پھر ایسے شخص کیلئے خودکشی کے سوائے اور کوئی چارہ کار نہیں۔ موت سے اگرچہ زندگی ختم ہو جاتی ہے مگر ساتھ ہی ایک نئی زندگی کا آغاز بھی ہو جاتا ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اندریں حالات ہم پاکستانیوں کے حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں ہمیں رحمت خداوندی سے کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہمیشہ

تائید خداوندی کا طلبگار رہنا چاہیے۔

بعض اوقات بتقاضائے بشریت انسان پے در پے حوادث کی وجہ سے دل برداشتہ ہو کر ہمت ہار بیٹھتا ہے۔ خود نبی محتشم جب کبھی آزرده ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی ہمت بندھاتا نہیں تسلی و تشفی دیتا۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے متعدد بار اپنے حبیب پاک ﷺ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور آپ ﷺ کی ڈھارس بندھائی۔ چند ایک مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(ترجمہ) یہود کی خباثوں سے حضور کریم کا دل آزرده ہوتا تھا۔ حضور ان کو قدم قدم پر اسلام کی حقانیت کے ثبوت مہیا فرماتے لیکن وہ برابر کفر سے چمٹے رہنے پر مصر رہتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دیتے کہ آپ افسردہ نہ ہوں یہ نہ آپ کو کوئی گزند پہنچا سکتے ہیں اور نہ اسلام کی ترقی کو روک سکتے ہیں۔ (سورۃ المائدہ ۵، آیت ۴۱)

(ترجمہ) اے میرے پیارے حبیب! آپ پر فرض ہے جس دین کی راہ پر ہم نے آپ کو پختہ کر دیا ہے، اس کی پیروی کریں۔ نفس کے پرستار دنیا کے پجاری لاکھ شور مچائیں آپ ان کی طرف قطعاً التفات نہ کریں۔ بڑی ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ آگے بڑھتے جائیں جس ذات نے آپ کو یہ جامع شریعت عطا فرمائی ہے وہ علیم و خبیر ہے اور اعتراض کرنے والے لوگ جاہل اور نفس پرست ہیں۔ اگر اللہ کی واضح ہدایات پر ان جاہلوں کی نفسانی خواہشات کو ترجیح دی گئی تو اس پر جو نتیجہ مرتب ہو گا وہ واضح ہے۔

یاد رکھو! اگر تم نے ایسا کیا اور اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے محروم کر دیئے گئے تو پھر اس کے غضب سے دنیا کی کوئی طاقت تمہیں بچا نہ سکے گی۔ (سورۃ الجاثیہ ۴۵، آیت ۱۸)

کفار کی ہٹ دھرمی میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے جس سے حضور کو بڑا دکھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تسلی دے رہے ہیں کہ اے حبیب! ہم ان کی کارستانیوں سے خوب واقف ہیں۔ ان کی باتوں کو خوب سن رہے ہیں۔ آپ رنجیدہ خاطر کیوں ہوتے ہیں۔ ہم نے آپ کو اس لیے تو نہیں بھیجا کہ سختی اور تشدد سے کام لے کر آپ ان کو اسلام لانے پر مجبور

کریں۔ ان کے بارے میں آپ جواب دہ نہیں۔ (سورہ ق، ۵۰)
 جب کسی حکمران کو ایسی ناگفتہ بہ صورت حال سے دوچار ہونا پڑے تو اسے ہرگز دل
 برداشتہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ پوری ہمت جو انمردی، استقامت اور ہوش مندی سے بگڑتی
 ہوئی صورت حال کو سنبھالا دینا چاہیے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

آہمت مردانہ کہ جگر میں تری جا ہے

مت آنکھ چرا مجھ سے اگر شرط وفا ہے

اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والوں سے پیار کرتا ہے۔ انسان کے ارادے اور دل
 میں پستی اور کمزوری نہ آنی چاہیے۔ مصیبتیں پریشان کرنے کیلئے نہیں بلکہ بیدار کرنے
 کیلئے آتی ہیں جو شخص حوادث زمانہ سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے وہ خوابوں کی زندگی
 بسر کر رہا ہوتا ہے۔

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا ہو اے عقاب

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

(سید صادق حسین کاظمی ایڈووکیٹ شکر گڑھ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطوط

بدبخت ہے وہ جو بوقت مصیبت بھی رجوع الی اللہ نہیں ہوتا۔ جب پڑمردگی اور
 افسردگی کی کیفیت طاری ہو جائے تو والی ملک کیلئے ضرورت ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کا
 بغور مطالعہ شروع کر دے۔ علاوہ ازیں خلفاء راشدین کے مکتوبات جو وقتاً فوقتاً انہوں نے
 اپنے گورنروں، فوجی افسران اور مسلمانوں کے نام لکھے ہیں، ان سے بھی استفادہ کرے۔
 اس طرح اسے نیا جوش اور نیا ولولہ ملے گا۔ اس ضمن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے سرکاری خطوط میں سے چند خطوط کی یہاں نقل پیش کی جاتی ہے۔

خط نمبر ۴۴، ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جراح کے نام

میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اس میں اپنی اور تمہاری بھلائی کی میں نے حتی الامکان

کوشش کی ہے۔ پانچ اصولوں پر کاربند رہو، تمہارا دین سلامت رہے گا اور بہترین خوش نصیبی حاصل کرو گے۔

جب دو آدمی اپنا قضیہ لے کر آئیں تو مدعی سے گواہ عادل طلب کرو اور مدعی علیہ سے قطعی حلف لو، غریب کے ساتھ ہمدردی سے پیش آؤ تا کہ اس کی زبان کھلے اور ہمت بڑھے، پردیسی کا خیال رکھو کیونکہ اگر بہت دن تک اسے رکنا پڑا تو وہ اپنا حق چھوڑ کر وطن لوٹ جائے گا اور اس کی حق تلفی کی ذمہ داری اس شخص پر ہوگی (یعنی تم پر) جو اس کے ساتھ بے اعتنائی سے پیش آیا۔ مدعی اور مدعی علیہ کو ایک نظر سے دیکھو (اضافہ از کتاب البیان والتبیین جاہظ) جب تک تمہیں صحیح فیصلہ نہ سوجھے فریقین میں سمجھوتہ کرانے کی ہر ممکن کوشش کرو۔

یہ مراسلہ لفظی اختلاف اور کمی بیشی کے ساتھ ادب، تاریخ اور قانون کی متعدد کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب البیان جاہظ اور العقد الفرید ابن عبد ربہ میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا مخاطب بتایا گیا ہے اور انساب الاشراف بلاذری میں ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط کشیدہ حصہ العقد الفرید اور شرح نہج البلاغ میں اور جملہ انساب الاشراف میں نہیں ہے۔

۳۸۹۔ شام کے مسلمانوں کے نام

اپنے بچوں کی تیراکی، تیراندازی، گھوڑے سواری اور درختوں کی شاخوں یا نشانوں کے بیچ میں چھپنے کی مشق کراؤ۔

خط نمبر ۳۹۰۔ صدر مقاموں کے مسلمانوں کے نام

اپنے بچوں کو تیراکی اور گھوڑے سواری سکھاؤ اور انہیں عمدہ اشعار اور مشہور ضرب الامثال کہنے کی مشق کراؤ۔

خط نمبر ۳۹۱۔ ایک صدر مقام کے مسلمانوں کے نام

ننگے پیر چلنے، تہبند پنڈلیوں سے اوپر باندھنے اور تیراندازی کی مشق کرو۔

خط نمبر ۳۹۲۔ گورنر شام کے نام

اپنے علاقہ کے مسلمانوں سے کہو کہ جوتے پہننے اور ننگے پیر رہنے کی عادت ڈالیں۔

خط نمبر ۳۹۳۔ شام کے مسلمانوں کے نام

لوگو! تیر اندازی اور گھوڑے سواری کی مشق کرو، مجھے تیر اندازی گھوڑے سواری سے زیادہ پسند ہے، میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ہے کہ خدا اس شخص کو جنت میں جگہ دے گا جو اس کی خاطر ایک تیر چلائے یا جسے جہاد میں تیر اندازی سے قوت حاصل ہو۔

خط نمبر ۴۱۸۔ گورنروں کے نام

ایک عرب ہر سال عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اونٹ کی ران بطور ہدیہ دیا کرتا تھا، اس کا کسی سے جھگڑا ہو گیا اور وہ فریق ثانی کو لے کر خلیفہ کے پاس آیا اور بولا: امیر المؤمنین ایسا فیصلہ کیجئے کہ حق باطل سے اس طرح الگ ہو جائے جیسے ران اونٹ سے، عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشارہ پا گئے۔ تحفے کی خرابی ان پر منکشف ہو گئی۔ انہوں نے گورنروں کو یہ فرمان بھیجا:

تحفے قبول نہ کیا کرو کیونکہ وہ رشوت کی ایک شکل ہیں۔

خط نمبر ۴۱۹۔ کثیر بن شہاب کے نام

اپنے علاقہ کے مسلمانوں سے کہو کہ تازہ روٹی پنیر کے ساتھ کھایا کریں کیونکہ وہ پیٹ میں زیادہ دیر تک ٹھہرتی ہے۔

خط نمبر ۴۲۰۔ مسلمانوں کے نام

جو شخص کسی بنجر زمین کو قابل کاشت بنالے گا وہ اس کی ملکیت ہو جائے گی۔

خط نمبر ۴۲۱۔ گورنروں کے نام

مجھے خط تحریر کرتے وقت تاریخ بھی لکھا کرو۔

خط نمبر ۴۲۲۔ کوفہ کے مسلمانوں کے نام

سورۃ نسا، سورۃ احزاب اور سورۃ نور یاد کرو اور ان کے معافی و مطالب سمجھو۔

خط نمبر ۴۲۳۔ گورنروں کے نام

(غروب آفتاب کے بعد) افطار میں دیر نہ کی جائے اور نہ نماز مغرب کیلئے ستاروں

کے گھنے ہونے کا انتظار۔

خط نمبر ۴۲۴۔ امرائے اجناد کے نام

خدا کے مطیع بندوں کی زبان سے جو باتیں سنو، انہیں یاد کرو کیونکہ ان پر سچی باتیں

(امور صادقہ) روشن ہوتی ہیں۔

خط نمبر ۴۲۵۔ مسلمانوں کے نام

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی چھاؤنی میں گورنر بھیجتے تو وہاں کے مسلمان

غازیوں کو لکھتے: جب تک گورنر تمہارے ساتھ انصاف سے پیش آئے اس کی اطاعت

کرتے رہو۔

خط نمبر ۴۲۶۔ گورنروں کے نام

ان لوگوں کے اقوال قلمبند کر لیا کرو جو دنیا سے بے نیاز ہیں کیونکہ خدا نے ایسے فرشتے

ان پر مامور کر دیئے ہیں جو ان کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھے رہتے اور انہیں صرف وہی بات کہنے

کی اجازت ہوتی ہے جو خدا ان سے کہلانا چاہتا ہے۔

خط نمبر ۴۲۷۔ امرائے اجناد کے نام

دین کے قاعدے ضابطوں سے واقفیت حاصل کرو کیونکہ غلط بات کو صحیح اور صحیح کو غلط

سمجھنے والا معذور نہیں رکھا جاسکتا۔

خط نمبر ۴۳۲۔ ایک گورنر کے نام

کسی گورنر کے پاس ایک وفد آیا جس میں عرب اور موال (غیر عرب مسلمان) دونوں

تھے، گورنر نے وفد کے عرب ارکان کو انعامات دیئے اور موال کو نظر انداز کر دیا، اس کی خبر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے لکھا: یہ بری بات ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔

خط نمبر ۴۲۳۔ خط کی دوسری شکل

تم نے سب کے ساتھ ایک سا برتاؤ کیوں نہیں کیا۔

خط نمبر ۴۳۴۔ صدر مقاموں کے مسلمانوں کے نام

نزل سے خلال نہ کیا کرو اور اگر تم اسے نہیں چھوڑ سکتے تو خلال کہتے وقت اس کا چھلکا

اتار دیا کرو۔

(نزل یا نزل) بانس کی قسم ہے۔ اس کے پتے کما د کے پتوں کی مانند ہوتے ہیں

جو لہے نلے اور نلیاں بناتے ہیں۔ ہمارے ہاں غالباً اسے نڑ کہتے ہیں۔

خط نمبر ۴۳۶۔ مجاہدین جبر کے نام

امیر المؤمنین! دو (۲) شخص ہیں۔ ایک گناہ سے اس لیے کنارہ کش رہتا ہے کہ اس کے

دل میں گناہ کی خواہش ہی نہیں ہوتی اور دوسرا خواہش کے باوجود اس سے محترز رہتا ہے،

بتائے ان دونوں میں کون سا بہتر ہے؟

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

گناہ کی خواہش کے باوجود اس سے دور رہنے والے وہ لوگ ہیں جن کی خدا بذریعہ

تقویٰ آزمائش کرتا ہے۔ ان کی مغفرت ہوگی اور وہ عمدہ انعام پائیں گے۔

خط نمبر ۴۳۷۔ ایک گورنر کے نام

کسی مسلمان نے بیت المال سے روپیہ چرا لیا۔ اس کی اطلاع خلیفہ کو گئی تو انہوں

نے لکھا:

اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے کیونکہ بیت المال میں اس کا بھی حق ہے۔

خط نمبر ۴۳۸۔ مسلمانوں کے نام

دنیا لذیرتکاری کی طرح ہے۔ جائز طریقہ دے دنیا کمانے والا اس بات کا مستحق ہے کہ دنیا اس کیلئے باعث برکت ثابت ہو اور ناجائز طریقہ سے دنیا کمانے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کا پیٹ نہیں بھرتا چاہے وہ کتنا ہی کھالے۔

خط نمبر ۴۴۲۔ گورنروں کے نام

گورنرو، رعیت پر تمہارے اور رعیت کے تم پر حقوق ہیں، خدا بردبار حاکم کو بہت پسند کرتا ہے اور کوئی نفع اس نفع کے برابر ہمہ گیر اور عام نہیں ہوتا جو بردبار اور مہربان حاکم سے رعیت کو پہنچے۔ اسی طرح تشدد حاکم خدا کو سخت ناپسند ہے اور کوئی نقصان اتنا دور رس نہیں ہوتا جتنا وہ نقصان جو ایک احمق اور نامہربان حاکم سے رعیت کو پہنچے اور جو شخص طالب عافیت ہوتا ہے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ خدا سے عافیت سے شاد کرم کرے۔

خط نمبر ۴۴۷، گورنروں کے نام

حق و انصاف کے معاملہ میں سب کے ساتھ یگانہ ہو یا بیگانہ ایک سا برتاؤ کرو، رشوت نہ لو، مقدمہ فیصل کرنے میں ذاتی خواہش یا رجحان سے کام نہ لو، غصہ کی حالت میں کسی سے مواخذہ نہ کرو، ہر روز انصاف کیا کرو چاہے ایک ہی گھنٹے کیلئے ہو۔

خط نمبر ۴۵۲۔ مسلمانوں کے نام

جب تفریح کو تمہارا جی چاہے تو تیرا انداز ہی کیا کرو اور جب باتوں کو جی چاہے تو قانون وارثت پر گفتگو کیا کرو۔

خط نمبر ۴۵۳۔ ایک گورنر کے نام

جو پابندیاں خونی رشتہ کے باعث دو افراد پر عائد ہوتی ہیں وہی پابندیاں ان دو افراد پر بھی عائد ہوں گی جنہوں نے کسی عورت کا باہم دودھ پیا ہو۔ (مثلاً وہ ایک دوسرے سے شادی نہیں کر سکتے)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن عاص گورنر مصر کے درمیان خراج مصر سے متعلق خط و کتابت ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطوط بڑے سخت ہیں۔ لہجہ سخت تند و تیز ہے۔ شروع میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ترکی بہ ترکی جوابات دیئے۔ اس طرح تعلقات کشیدہ ہوتے چلے گئے۔ گورنر کی صاف بیانی اور کھری باتوں سے خلیفہ کی تشفی نہ ہوئی۔ اپنے مخبروں سے گورنر کی ثروت کی خبر سن کر انہیں یقین ہو گیا کہ عمرو ناجائز طریقہ سے روپیہ کماتے ہیں لہذا انہوں نے عمرو بن عاص کی آدمی دولت ضبط کرائی مگر کیا مجال جو عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم عدولی یا بغاوت کی کوئی کوشش کی ہو۔ قارئین کرام! آپ بھی ذرا ان خطوط کو پڑھیں اور اندازہ فرمائیں کہ وہ حضرات کسی طرح کی ہستیاں تھیں۔

خط نمبر ۳۷۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، عبد اللہ عمر امیر المؤمنین کی طرف سے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام علیک۔ اس خدا کا سپاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں نے تمہارے اور مصر کے بارے میں جہاں تم حکمران ہو، غور کیا، تمہارا ملک خوب لمبا چوڑا اور زرخیر ہے خدا نے اس کے باشندوں کو خشکی اور سمندر اور دونوں میں ہر قسم کا سامان شجاعت اور قوت عطا کی ہے یہاں فرعون بادشاہوں نے حکومت کی اور سرکش و خدا فراموش ہونے کے باوجود انہوں نے زراعت کی ترقی کیلئے عمدہ کام کیے۔ مجھے اس بات پر تعجب ہے لیکن سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ اب مصر سے اس خراج کا آدھا بھی وصول نہیں رہا ہے جو پہلے ہوتا تھا حالانکہ ملک میں کسی قسم کا قحط نہیں ہے۔ خراج کے موضوع پر تم سے کافی لمبی خط و کتابت کرنے کے بعد مجھے توقع تھی کہ تم صحیح روش اختیار کرو گے اور پورا پورا خراج بھیجو گے لیکن تم ایسے بہانے ہی تراشتے رہے جو کسی طرح سمجھ میں آنے والے نہیں ہیں۔ میں اس خراج سے کم قبول نہیں کر سکتا۔ جو اسلامی فتح سے پہلے ہوتا تھا، میں نہیں سمجھ سکا کہ میرے خط میں ایسی کیا بات تھی جس نے تمہیں بھڑکایا اور برہم کیا۔ اگر تم کارگزاری دکھاؤ

اور دیانت سے اپنا فرض انجام دو اور پھر اپنی برات اور بے گناہی کی کوشش کرو تو بلاشبہ ایسا کرنا مفید ہے لیکن اگر تم نالائق اور خائن ہو تمہاری برات کی کوشش بے سود ہے۔ پچھلے سال میں نے خراج کے موضوع پر تم سے الجھنا مناسب نہیں سمجھا اور اس امید میں طرح دیتا رہا کہ تم خود سنبھل جاؤ گے اور پورا پورا خراج بھیجو گے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایسا کرنے سے تمہارے بے ایمان افسر تمہیں باز رکھتے ہیں جن سے تمہاری ملی بھگت ہے۔ انہوں نے تمہیں اپنا بلجا اور ماویٰ بنا لیا ہے لیکن خدا کے فضل سے میرے پاس تمہاری بیماری کا علاج موجود ہے۔ پس ابو عبد اللہ تم سے اگر صحیح رقم وصول کی جائے تو تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ مصر کی گائے خشک نہیں۔ خوب دودھ دینے والی ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے لہذا اپنے بار بار کے بہانوں سے مجھے معاف رکھو۔ حقیقت کے چہرہ سے پردہ اٹھ چکا ہے۔ والسلام

عمر و بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب

اس سخت مراسلہ سے عمر و بن عاص کی خودداری کو ایسی چوٹ لگی کہ وہ بلبلا گئے اور لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ عبد اللہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین کو عمر و بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے سلام علیک۔ میں اس خدا کا پاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، آپ کا خط موصول ہوا جس میں آپ نے تاخیر خراج کی شکایت کی ہے۔ (خط میں تاخیر خراج کی نہیں بلکہ تقلیل خراج کی شکایت ہے) اور فرعون بادشاہوں کے عمدہ زراعتی کارناموں کی طرف اشارہ کیا ہے اور جو خراج وہ وصول کر سکے اور میں نہ کر سکا۔ اس پر اظہار تعجب کیا ہے (خط میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے فراوانی خراج پر تعجب ظاہر ہوتا ہو) میری جان کی قسم یہ بالکل صحیح ہے کہ ان کے زمانہ میں خراج زیادہ وصول ہوتا تھا اور زیر کاشت زمین اور پیداوار زیادہ تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سرکش و خدا فراموش ہونے کے باوجود ہماری نسبت زمین کی آباد کاری سے زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں نے گائے کا دودھ چوس لیا ہے جس سے وہ خشک ہو گئی ہے۔ (خط کے الفاظ سے یہ مفہوم نہیں نکلتا) آپ میرے اوپر برسے ہیں اور دل کھول کر لعن طعن کی ہے اور میری

ایمانداری کو بدگمانی کا نشانہ بنایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے دل میں میری طرف سے کدورت ہے۔ میری جان کی قسم، آپ نے سخت ناروا اور نامناسب زبان استعمال کی ہے۔ اگر آپ اپنی گفتگو واقیعت کے دائرہ اور قاعدہ کے حدود میں رکھتے تو اس کا اثر اور فائدہ زیادہ ہوتا۔ میں رسول اللہ اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدوں پر فائز رہا اور خدا کا شکر ہے ہمیشہ دیانت سے کام لیا۔ اپنے ائمہ کے فرائض و فاداری کو ہمیشہ پورا کیا۔ اس وقت میری ایمانداری کا اعتراف کیا جاتا تھا اور (مالی معاملات میں) میری بات سنی جاتی تھی۔ خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ غبن، خیانت یا رشوت سے آلودہ ہوں۔ آپ یہ عہدہ واپس لے لیجئے، خدا نے مجھے ہر قسم کی ناجائز آمدنی حتیٰ کہ اس کی خواہش تک سے محفوظ رکھا ہے۔ آپ کا خط پا کر جس میں آپ نے مجھے خوب بے آبرو کیا ہے مجھے اس عہدہ سے کوئی رغبت نہیں رہی اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے سبکدوش کر دیں، ابن خطاب! میری توہین کی جائے تو میری خودداری کو جوش آ جاتا ہے اور میں اپنی آبرو برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہوں۔ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس پر گرفت ہو سکے۔ جتنی آپ نے میری سرزنس کی ہے میری شہرت کے کسی یہودی کی بھی نہ کرتے، خدا مجھے اور آپ کو معاف کرے۔ مجھے آپ کی بہت سی باتیں معلوم ہیں جن کا ذکر کر کے آپ کی توہین کر سکتا ہوں لیکن ایسا نہیں کروں گا کیونکہ میرا فرض ہے کہ آپ کے اونچے رتبہ کا احترام کروں۔ والسلام

خط نمبر ۳۸۰ گورنر کا یہ جواب پا کر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا

عمر بن خطاب کی طرف سے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام علیک۔ اس خدا کا سپاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ حیرت ہے کہ میں نے تمہیں تاخیر خراج کے سلسلہ میں اتنے خط لکھے اور تم ہر خط کے جواب میں بے تکی باتیں ہی کرتے رہے۔ تمہیں خوب معلوم ہے کہ میں خراج کی وہی رقم قبول کر سکتا ہوں جو پوری پوری اور ٹھیک ٹھیک ہو، میں نے تمہیں مصر اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم اور تمہارا خاندان اسے جائیداد سمجھ کر کھائے اڑائے بلکہ اس امید پر بھیجا تھا کہ تم خراج بڑھاؤ گے اور اپنے حسن انتظام

کے جوہر دکھاؤ گے۔ میرا خط پاتے ہی خراج بھیج دو۔ یہ مسلمانوں کی آمدنی (کا واحد ذریعہ) ہے اور جیسا کہ تم جانتے ہو یہاں کے لوگ سخت تنگ حال ہیں۔ والسلام

عمر و بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب کو عمر و بن عاص کی طرف سے سلام علیک۔ اس معبود کا سپاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، امیر المؤمنین آپ کا خط موصول ہوا جس میں آپ نے تاخیر خراج کی شکایت کی ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ میں سیدھے راستے سے ہٹ گیا ہوں اور راست بازی سے میں نے منہ موڑ لیا ہے۔ بخدا میں اسی راستہ پر ہوں جسے آپ صحیح اور سیدھا سمجھتے ہیں، بخدا میں نے کوئی بد عنوانی نہیں کی ہے۔ تاخیر خراج کی وجہ یہ ہے کہ زمینداروں نے کھیت پکنے تک مجھ سے مہلت مانگی تھی، میں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کا مفاد اسی میں ہے کہ مہلت دے دو، زمینداروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اس سخت اور احمقانہ کارروائی سے بہتر ہے جس کے زیر اثر وہ اپنا ضروری سامان بیچنے پر مجبور ہوں۔ والسلام

خط نمبر ۳۸۱۔ عمر و بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام

مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارے پاس گھوڑے، اونٹ، بکریاں، گائیں اور غلام ہو گئے ہیں، جہاں تک مجھے معلوم ہے گورنری سے پہلے تمہارے پاس یہ چیزیں نہیں تھیں سچ لکھو کہ یہ دولت تمہارے پاس کہاں سے آئی۔

عمر و بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب:

امیر المؤمنین! آپ نے میرے قول کے بارے میں جو لکھا صحیح ہے۔ یہاں چیزیں سستی ہیں اور آئے دن لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں (اور مال غنیمت کے برابر حصے برابر ملتے رہتے ہیں) بچے ہوئے روپیہ سے میں نے یہ سامان جمع کر لیا ہے۔ اگر آپ کی خیانت درست ہوتی تب بھی ایسا نہ کرتا کیونکہ آپ نے مجھ پر اعتماد کیا ہے..... رہا آپ کا یہ کہنا کہ میرے پاس تم سے بہتر ایسے مہاجرین اولین تھے تو آپ نے انہیں عہدہ کیوں نہ دیا؟ میں

نے اس کیلئے آپ کا دروازہ تو نہیں کھٹکھٹایا تھا۔ والسلام

خط نمبر ۳۸۳۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام

گورنر کی صاف بیانی اور کھری باتوں سے: لیفہ کو تشفی نہیں ہوئی بلکہ غبار خاطر کچھ اور بڑھ گیا۔ اپنے مخبروں سے گورنر کی ثروت کی خبر سن کر اور اس سے پہلے خراج کی کمی دیکھ کر ان کو یقین ہو گیا تھا کہ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناجائز طریقہ سے روپیہ کماتے ہیں، انہوں نے یہ خط دے کر اپنا ایک معتمد مصر بھیجا اور عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آدمی دولت ضبط کرائی۔

”مجھے اپنے افسانوں اور بے تکی باتوں سے معاف رکھو، تمہارا خود کو دیا نندار ظاہر کرنا بے سود ہے، میں محمد بن مسلمہ کو بھیج رہا ہوں انہیں اپنی آدمی دولت دے دو۔ گورنر! تم دولت کے چشموں پر بیٹھ گئے اور (جب تمہاری گرفت کی جاتی ہے تو) بہانے بناتے ہو۔ اپنی اولاد کیلئے دولت جمع کرتے ہو اور اپنے عہدہ سے مستقبل کو خوش حالی کی بنیادیں ہموار کرتے ہو، بلاشبہ تم سامان رسوائی جمع کر رہے ہو اور آتش جہنم کا لقمہ بنو گے۔ والسلام!

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکتوب

حضرت مالک بن الحارث اشتر خلیفہ چہارم کے رفیق، ان کی فوج کے بہادر سپہ سالار، جانباز اور سپاہی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں دستور حکومت کی تعلیم دی، قوانین اسلام پر عمل کا سبق پڑھایا۔ مالک اشتر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتنے فدائی تھے کہ امیر معاویہ کو ان سے پر خاش رہنے لگی اور آخر امیر کے آدمیوں نے مالک اشتر کو قتل کر دیا۔ ان کے انتقال پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”مجھے جو مقام خدا کے آخری نبی کی نظروں میں حاصل تھا، وہی مقام میری نظروں

میں مالک بن اشتر کا تھا۔“

مالک اشتر کو محمد بن ابی بکر کے بعد مصر کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ مندرجہ ذیل دستور

حکومت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالک بن اشتر کو ایک خط کے ذریعے بھیجا تھا اور اس پر عمل کی تلقین کی تھی۔

یہ نہایت قیمتی دستاویز ہے، حیرت ہوتی ہے کہ اس زمانے میں نہ کالج تھے، نہ یونیورسٹیاں علم سیاست مدون ہوا تھا، نہ عربوں کو حکمرانی کا تجربہ تھا۔ اس پر بھی امیر المؤمنین نے انتہائی اختصار و بلاغت سے حکمرانی اور سیاست مدن کے جو اصول اس تحریر میں جمع کر دیئے ہیں آج بھی ان سے متمدن حکمران بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ جب محمد بن ابی بکر کے بعد مالک اشتر کو مصر کا گورنر بنایا تو یہ بہترین دستور دیا۔

یہ مکتوب نہ صرف حکام کیلئے مشعل راہ ہے بلکہ عوام کو بھی روشنی فراہم کرتا ہے۔ انہیں حاکموں کے مواخذے کا طریقہ سکھاتا ہے اور امور سلطنت سرانجام دینے کیلئے نمائندے منتخب کرنے کے طریق کار سے آشنا کرتا ہے۔

پاکستان کے حکمران اگر اس خط کو نشان راہ بنا لیں تو ہماری تمام مشکلات ختم ہو سکتی ہیں۔ خط ملاحظہ ہو:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جب خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین نے مالک بن الحارث اشتر کو مصر کا گورنر بنایا اور اس ملک سے خراج جمع کرنے، اس کے دشمنوں سے لڑنے، اس کے باشندوں کی سود بہبود کا خیال رکھنے اور اس کی زمین کو آباد کرنے پر مامور کیا تو انہوں نے مالک اشتر کو تقویٰ الہی کا، اطاعت خداوندی کو مقدم رکھنے کا اور کتاب اللہ کے مقرر کیے ہوئے فرائض و سنن کی پیروی کا حکم دیا۔ آدمی کی سعادت انہی کی پیروی سے وابستہ ہے اور ان سے انکار کرنے اور انہیں گنوا دینے میں سراسر بدبختی ہے۔

انہوں نے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت میں اپنے دل سے، اپنے ہاتھ سے، اپنی زبان سے سرگرم رہے کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لے لیا ہے کہ جو کوئی اس کی نصرت و تائید پر کھڑا ہوگا، نصرت و تائید خداوندی اسے حاصل رہے گی۔

حکم دیا کہ خواہشوں کے موقع پر اپنے نفس کو توڑے، سرکشی کے وقت اسے روکے، کیونکہ نفس برائی کی طرف لے جاتا ہے مگر یہ کہ خدا کا رحم آدمی کے شامل حال ہو جائے۔

مصر کی اہمیت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”اے مالک سن! میں تجھے ایسے ملک میں بھیج رہا ہوں جس پر تجھ سے پہلے بھی حکومتیں گزر چکی ہیں، عادل بھی اور ظالم بھی۔ لوگ تیری حکومت کو بھی اسی نظر سے دیکھیں گے، جس نظر سے تو اگلے حاکموں کی حکومتوں کو دیکھتا رہا ہے اور تیرے حق میں بھی وہی کہا جائے گا جو تو ان حاکموں کے حق میں کہا کرتا تھا۔“

تمہارے اخلاق

”تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ نیک آدمی اس آواز سے پہچانا جاتا ہے جو خدا اپنے بندوں کی زبان پر اس کیلئے جاری کر دیتا ہے۔“

”لہذا تیرا دل پسند خیرہ عمل صالح کا ذخیرہ ہو۔ یہ ذخیرہ اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ تجھے اپنی خواہشوں پر قابو حاصل ہو۔ جو چیز حلال نہیں ہے اس کیلئے تیرا دل کتنا ہی مچلے اپنے آپ کو اس سے دور رکھ۔ یہ بھی جان لو کہ محبوبات و مکروہات میں نفس کی مخالفت کرنا ہی نفس سے انصاف کرنا ہے۔ اپنے دل میں رعایا کیلئے رحم، محبت اور لطف پیدا کرنا، خبردار! رعایا کے حق میں پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جانا کہ اسے لقمہ بنا ڈالنے ہی میں تجھے اپنی کامیابی دکھائی دے۔“

”رعایا میں دو قسم کے آدمی ہوں گے، تمہارے دینی بھائی یا مخلوق خدا ہونے کے لحاظ سے تمہارے جیسے آدمی لوگوں سے غلطیاں تو ہوتی ہی ہیں، جان بوجھ کے یا بھولے چوکے سے ٹھوکریں کھاتے ہی رہتے ہیں۔ تم اپنے عفو و کرم کا دامن خطا کاروں کیلئے اس طرح پھیلا دینا، جس طرح تمہاری آرزو ہے کہ خدا تمہاری خطاؤں کیلئے اپنا دامن عفو و کرم پھیلا دے۔“

”یہ کبھی نہ بھولنا کہ تم رعایا کے افسر ہو، خلیفہ تمہارا افسر ہے اور خدا خلیفہ کے اوپر حاکم ہے۔ خلیفہ نے تمہیں گورنر بنایا ہے اور مصر کی ترقی و اصلاح کی ذمہ داری تمہیں سونپ دی ہے۔ خدا سے لڑائی نہ مول لینا کیونکہ آدمی کیلئے خدا سے کوئی بچاؤ نہیں۔ خدا کے عفو و رحمت سے تم کبھی بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ عفو پر کبھی نادم نہ ہونا۔ سزا دینے پر کبھی شیخی نہ بگھارنا۔“

غصہ آتے ہی دوڑ نہ پڑنا بلکہ جہاں تک ممکن ہو، غصے سے بچنا اور غصے کو پی جانا۔“

”خبردار! رعایا سے کبھی نہ کہنا کہ میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں! اور اب میں ہی سب کچھ ہوں، سب کو میری تابعداری کرنی چاہیے۔ اس ذہنیت سے دل میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ دین میں کمزوری آتی ہے اور بربادی کیلئے بلاوا آتا ہے اور اگر حکومت کی وجہ سے غرور پیدا ہونے لگے تو سب سے بڑے بادشاہ خدا کی طرف دیکھنا جو تمہارے اوپر ہے اور تم پر وہ قدرت رکھتا ہے جو تم خود بھی اپنے آپ پر نہیں رکھتے۔ ایسا کرو گے تو نفس کی طغیانی کم ہو جائے گی۔ حدت گھٹ جائے گی اور بھٹکی ہوئی روح لوٹ آئے گی۔“

”خبردار! خدا کے ساتھ اس کی عظمت میں بازی نہ لگانا۔ اس کی جبروت میں شبہ اختیار نہ کرنا کیونکہ خدا جباروں کو ذلیل کر ڈالتا ہے اور مغروروں کو نیچا دکھا دیتا ہے۔“

”اپنی ذات کے معاملے میں اپنے خاص عزیزوں کے معاملے میں جنہیں تم اپنی رعایا سے چاہتے ہو، خدا سے بھی انصاف کرنا اور خدا کے بندوں سے بھی انصاف کرنا یہ نہ کرو گے تو ظلم کرنے لگو گے۔“

”یاد رکھو جو کوئی خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو خدا خود اپنے مظلوم بندوں کی طرف سے ظالم کا حریف بن جاتا ہے اور معلوم ہے خدا جس کا حریف بن جائے اس کی حجت باطل ہو جاتی ہے، وہ خدا سے لڑائی ٹھاننے کا مجرم ہوتا ہے، یہاں تک کہ باز آ جائے اور توبہ کر لے۔ خدا کی نعمت کو اس سے بڑھ کر بدلنے والی اور خدا کی عقوبت کو اس سے زیادہ بلانے والی کوئی چیز نہیں کہ آدمی ظلم کو اختیار کر لے۔ یاد رہے خدا مظلوموں کی سنتا اور ظالموں کی تاک میں رہتا ہے۔“

”تمہیں سب سے زیادہ پسند وہ راہ ہونا چاہیے جو حق کے لحاظ سے سب سے زیادہ درمیانی، انصاف کی رو سے سب سے زیادہ عام اور رعایا کو سب سے زیادہ رضامند کرنے والی ہو۔“

”یہ بھی یاد رکھو، عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بہالے جاتی ہے اور خواص کی

ناراضگی عوام کی ناراضگی کے ہوتے ہوئے گوارا کر لی جاتی ہے۔“

”یہ بھی یاد رکھو کہ خوشحالی میں جو لوگ حاکم کیلئے سب سے بڑا کم بوجھ سب سے کارآمد، انصاف سے کھسانے والے، مانگنے میں اصرار کرنے والے بخشش و عطا کے موقع پر کم سے کم شکر گزار ہونے والے، انعام و اکرام سے محرومی پر عذر نہ سننے والے اور زمانے کی کروٹوں کے مقابلے میں سب سے کم ثابت قدم رہنے والے خواص ہی ہوتے ہیں۔ دین کا اصلی ستون مسلمانوں کی اصل جمعیت، دشمن کے مقابلے میں اصلی طاقت امت کے عوام ہیں لہذا عوام ہی کا تمہیں زیادہ سے زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔“

”تمہاری مجلس سے سب سے زیادہ دور اور تمہاری نگاہ میں سب سے زیادہ مکروہ وہ شخص ہونا چاہیے جو لوگوں کے عیب ڈھونڈا کرتا ہے۔ لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں یہ کام حاکم کا ہے کہ ان کے عیب ڈھکے۔ خبردار چھپے ہوئے عیبوں کی کرید نہ کرنا۔ تمہارا منصب بس یہ ہے کہ جو عیب چھپے ہوئے ہیں ان کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دو۔ حتی المقدور لوگوں کے ڈھکے کو ڈھکا ہی رہنے دینا۔ ایسا کرو گے تو خدا بھی تمہارے وہ عیب ڈھکے رہنے دے گا جو تم رعایا سے چھپانا چاہتے ہو۔ وہ سب اسباب دور کر دینا جو لوگوں میں بغض و کینہ پیدا کرتے ہیں، عداوت و غیبت کی ہر رسی کاٹ ڈالنا۔ خبردار! چغل خور کی بات مانے میں جلدی نہ کرنا، کیونکہ چغل خور دغا باز ہوتا ہے۔ وہ خیر خواہ کا روپ بھر کر سامنے آتا ہے۔ اپنے مشورے میں بخیل کو شریک نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں احسان کرنے سے روکے گا اور فقر سے ڈرائے گا۔ بزدل کو بھی صلاح میں شریک نہ کرنا کیونکہ مہمات میں تمہاری ہمت کمزور کر دے گا۔ حریص کو بھی شریک نہ کرنا کیونکہ ظلم کی راہ سے دولت سمیٹنے کی ترغیب دے گا۔ یاد رکھو بخل، بزدلی، حرص اور اگرچہ الگ الگ خصلتیں ہیں مگر ان کی بنیاد خدا سے سوائے ظن پر ہے۔“

”بدترین وزیر وہ ہے جو شریروں کی طرف داری کرے اور گناہوں میں ان کا سا جھی ہو۔ ایسے آدمی کو اپنا وزیر نہ بناتا کیونکہ اس قسم کے لوگ گناہ گاروں کے مددگار اور ظالموں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ان کی جگہ تمہیں ایسے آدمی مل جائیں گے جو عقل و تدبیر میں ان کے

برابر ہوں گے مگر گناہوں سے ان کی طرح لدے نہ ہوں گے، نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہوگی نہ کسی گناہ گار کا اس کے گناہ میں ساتھ دیا ہوگا۔ یہ لوگ تمہیں کم تکلیف دیں گے۔ تمہارے بہترین مددگار ثابت ہوں گے۔ تم سے پوری ہمدردی رکھیں گے اور غیر سے اپنے سب رشتے کاٹ لیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کو نجی صحبتوں اور عام درباروں میں اپنا مصاحب بنانا۔“

”یہ بھی یاد رہے کہ خاص الخاص لوگوں میں بھی وہی تمہاری نگاہ میں سب سے زیادہ مقبول ہوں جو زیادہ سے زیادہ کڑوی بات تم سے کہہ سکتے ہوں اور ان کاموں میں تمہارا ساتھ دینے سے انکار کر سکتے ہوں، جو خدا اپنے بندوں کیلئے ناپسند فرما چکا ہے۔ اہل تقویٰ و صدق کو اپنا مصاحب بنانا، انہیں ایسی تربیت دینا کہ تمہاری جھوٹی تعریف کبھی نہ کریں، کیونکہ تعریف کی بھرمار سے آدمی میں غرور پیدا ہوتا ہے اور تمہارے سامنے نیکوکار اور خطا کار برابر نہ ہوں۔ ایسا کرنے سے نیکوں کی ہمت پست ہو جائے گی اور خطا کار اور بھی شوخ ہو جائیں گے۔“

”ہر آدمی کو وہ جگہ دینا جس کا وہ اپنے عمل کے لحاظ سے مستحق ہے اور تمہیں جاننا چاہیے کہ رعایا میں اپنے حاکم کے ساتھ حسن ظن اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ حاکم رعایا پر رحم و کرم کی بارش کرتا رہے اس کی تکلیفیں دور کرے اور کوئی ایسا مطالبہ نہ کرے جو اس کے بس سے باہر ہو۔ یہ اصول تمہارے لیے کافی ہے اس سے رعایا کا حسن ظن تمہیں بہت سے مشکلوں سے بچا دے گا۔“

”خود تمہارے حسن ظن کے سب سے زیادہ مستحق وہ ہوں جو تمہارے امتحان میں سب سے اچھے اتریں۔ اسی طرح تمہارے سوائے ظن کے بھی سب سے زیادہ مستحق وہی ہوں جو آزمائش میں سب سے برے نکلیں۔ کسی اچھی دستور کو نہ توڑنا، جو اس امت کے اگلے لوگ جاری کر گئے ہیں اور جس سے لوگوں میں اتحاد پیدا ہوتا ہے، رعایا کی بھلائی ہوتی ہے اور توڑو گے تو اچھے دستوروں کا ثواب اگلوں کیلئے باقی رہے گا اور عذاب تمہارے حصے میں

آئے گا کہ بھلی راہ تم نے مٹادی اس بارے میں اہل علم و عرفان سے مشورہ کرتے رہنا کہ تعمیر و اصلاح کے وسائل کیا ہیں اور انہیں کس طرح استحکام و دوام بخشتا جائے۔“

عوام کے طبقات

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں، یہ طبقے ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہیں اور آپس میں کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتے چنانچہ ایک طبقہ وہ ہے جسے خدا کی فوج کہنا چاہیے۔ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو عوام و خواص کا تحریری کام کرتے ہیں۔ پھر انصاف کرنے والے قاضی ہیں۔ امن و انتظام کے عمال ہیں۔ ذمی اور مسلم اہل جزیرہ و اہل خراج ہیں۔ پھر سوداگر اور اہل حرفہ ہیں۔ غریبوں اور مسکینوں کا نچلا طبقہ بھی ہے۔ خدا نے حق میں ہر طبقے کا حصہ مقرر کر کے اپنی کتاب میں یا اپنے نبی ﷺ کی سنت میں اسے ضروری ٹھہرا دیا ہے اور اس کی پابندی و بجا آوری ہمارے ذمہ لازمی کر دی ہے۔ خدا کی فوج باذن اللہ رعایا کا قلعہ ہے۔ حاکم کی زینت ہے۔ دین کی قوت ہے۔ امن کی ضمانت ہے۔ رعایا کا قیام فوج ہی سے ہے لیکن فوج کا قیام خراج سے ہے جو خدا اس کیلئے نکالتا ہے۔ خراج ہی سے سپاہی جہاد میں تقویت پاتے اور اپنی حالت درست کرتے ہیں۔“

”پھر ان دونوں طبقوں، فوجیوں اور اہل خراج کی بقاء کیلئے تیسرا طبقہ ضروری ہے، یعنی قضاة، عمال، کتاب کا طبقہ کہ یہی لوگ ہر قسم کے معاملی معاملات انجام دیتے ہیں اور ان چاروں طبقوں کی بقاء کیلئے تاجر اور اہل حرفہ ضروری ہیں کہ بازار لگاتے اور سب کی ضرورتیں مہیا کرتے ہیں۔ آخر میں ادنیٰ طبقہ آتا ہے اور اس طبقے کی امداد و اعانت از بس ضروری ہے۔ خدا کے یہاں سب کی گنجائش ہے اور حاکم پر سب کا حق قائم ہے۔ حاکم جتنی بھی بھلائی کر سکتا ہے، کرتا رہے مگر اس بارے میں اپنے فرض سے وہ عہدہ برآ ہو نہیں سکتا، جب تک توفیق الہی کی دعا کے ساتھ حق ہی پر ثابت قدم رہے گا، چاہے حق آسان ہو یا مشکل۔“

فوج

”اپنی فوج کے معاملہ میں ہوشیاری سے کام لینا۔ انہی لوگوں کو افسر بنانا جو تمہارے

خیال میں اللہ کے رسول کے اور تمہارے امام کے سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں۔ صاف دل ہوں، ہوشمند ہوں، جلد غصے میں نہ آجاتے ہوں، عذر معذرت قبول کر لیتے ہوں، کمزوروں پر ترس کھاتے ہوں، زیر دستوں پر سخت ہوں، نہ سختی انہیں جوش میں لے آتی ہونہ کمزوری انہیں بٹھا دیتی ہو۔“

”فوج کیلئے انہی کو منتخب کرنا جن کا حسب نسب اور خاندان اچھا ہے، جن کا ماضی بے داغ ہے جو ہمت و شجاعت، جو دو سخا سے آراستہ ہیں۔ شرافت اور نیکی ایسے لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے ان فوجیوں کے معاملات کی ویسے ہی فکر کرنا جیسے فکر والدین کو اولاد کی ہوتی ہے ان کی تقویت اور درستی حال کیلئے جو بھی بن پڑے کمر تے رہنا اور جو کچھ کرنا اسے بہت نہ سمجھنا۔ اپنے کم سے کم لطف و احسان کو بھی معمولی نہ سمجھنا کیونکہ اس سے ان کی خیر خواہی بڑھے گی اور حسن ظن میں اضافہ ہوگا۔ ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ ضرورتوں سے بھی بے پروائی اس بھروسے پر نہ کرنا کہ بڑی ضرورتوں کا خیال کر رہے ہو کیونکہ تمہاری معمولی رعایت بھی ان کیلئے نعمت ہوگی اور بڑی ضرورتوں میں تو وہ سراسر تمہارے لطف و کرم کے ہمیشہ محتاج رہیں گے۔“

”وہی فوجی سردار تمہارے سب سے زیادہ مقرب ہوں جو فوجیوں کی سب سے زیادہ مدد کرتے ہوں، اپنے ہاتھ کی دولت سے سپاہیوں کو ان کی ضرورتوں اور بال بچوں کی فکروں سے آزاد کرتے ہوں تاکہ پوری فوج ایک دل ہو جائے اور اس کے سامنے بس ایک ہی خیال رہے دشمن سے جنگ۔ فوج کے سرداروں پر تمہاری توجہ فوج کے دلوں کو تمہاری طرف متوجہ کر دے گی۔ حاکم کی آنکھ کی ٹھنڈک کس چیز میں ہونا چاہیے اس میں کہ خود انصاف قائم کرے اور رعایا اس سے محبت ظاہر کرتی رہے۔ رعایا کی محبت ظاہر نہیں ہوتی جب تک اس کے دل سلیم نہ ہوں اس کی حکومت کو بوجھ اور اس کے زوال میں دیر کو وبال نہ سمجھتی ہو۔“

”ضروری ہے کہ رعایا کی امیدوں کیلئے میدان کشادہ رکھنا، اس کی دلجوئی برابر کرتے رہنا، اس کے بہادروں کا جوش بڑھانا اور پیچھے رہ جانے والوں کی ہمتیں اونچی ہوتی ہیں۔ ہر آدمی کے کارنامے کا اعتراف کرنا ایک کارنامہ دوسرے سے منسوب نہ کرنا، انعام دینے

میں کبھی کوتاہی نہ کرنا، خاندانی ہونے کی وجہ سے کسی کے معمولی کام کو بڑھا چڑھا نہ دینا۔ اسی طرح ادنیٰ خاندان ہونے کی وجہ سے کسی کے بڑے کارنامے کی بے قدری نہ کرنے لگنا۔ مشتبہ معاملات پیش آئیں اور تمہاری بصیرت و علم کام نہ دے تو انہیں اللہ کی طرف اور اللہ کے رسول کی طرف لوٹانا کیونکہ خدا مسلمانوں کی ہدایت کیلئے فرما چکا ہے: ”وہ جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے اہل الحکل والعقد کی لیکن اگر تم میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اس بات کو اللہ اور رسول کے پاس لوٹاؤ۔“

”اللہ کی طرف معاملے کا لوٹانا یہ ہے کہ کتاب محکم اور بعض صریح کی طرف لوٹا جائے اور رسول کی طرف لوٹانا یہ ہے کہ جامع سنت نبوی ﷺ کو لایا جائے نہ کہ اسے جس میں اختلاف پڑ گیا ہے۔“

انتخاب

”پھر ملک میں انصاف قائم کرنے کیلئے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا جو تمہاری نظر میں سب سے افضل ہوں۔ ہجوم معاملات سے تنگ دل نہ ہوتے ہوں۔ اپنی غلطی پر اڑے رہنا ہی ٹھیک نہ سمجھتے ہوں اور حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد باطل سے چمٹے نہ رہتے ہوں۔ طماع نہ ہوں، اپنے فیصلوں پر غور کرنے کے عادی ہوں، فیصلے کے وقت شکوک و شبہات پر رکنے والے ہوں۔ صرف دلائل کو اہمیت دیتے ہوں۔ مدعی اور مدعا علیہ سے بحث میں اکتانہ جاتے ہوں۔ واقعات کی تہہ تک پہنچنے سے جی نہ چراتے ہوں اور حقیقت کھل جانے پر اپنے فیصلوں میں بے باک اور بے لاگ ہوں۔ یہ ایسے لوگ ہوں جنہیں نہ تعریف بے خود کرتی ہو نہ چاپلوسی ہی مائل کر سکتی ہو مگر ایسے لوگ کم ہوتے ہیں۔“

قاضی

”تمہارا فرض ہے کہ اپنے قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو۔ کھلے دل سے انہیں معاوضہ دوتا کہ ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور کسی کے سامنے انہیں ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ اپنے دربار میں انہیں ایسا درجہ دو کہ تمہارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ

ڈالنے یا انہیں نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہو سکے۔ قاضیوں کو ہر قسم کے خوف سے بالکل آزاد ہونا چاہیے۔ اس بات میں پوری توجہ سے کام لینا کیونکہ دین اشرار کے ہاتھ میں پڑ گیا تھا جو اپنی خواہشوں پر چلتے اور دین کے نام پر دنیا کمایا کرتے تھے۔“

عمال حکومت

عمال حکومت کے معاملات پر بھی تمہیں نظر رکھنا ہوگی جسے مقرر کرنا امتحاناً مقرر کرنا۔ رو رعایت سے یا صلاح مشورے کے بغیر کسی کو عہدہ نہ دینا کیونکہ ایسا کرنے سے ظلم و خیانات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اچھے گھرانوں اور سابق میں اسلام کے خدمت گزاروں میں تجربہ کار اور با حیا لوگوں ہی کو منتخب کرنا کہ ان کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں۔ اپنی آبرو کا خیال رکھتے ہیں۔ طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور انجام پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ عہدہ داروں کو بہت اچھی تنخواہیں دینا اس سے یہ لوگ اپنی حالت درست کر سکیں گے اور حکومت کے اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو ان کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس پر بھی حکم عدولی کریں یا امانت میں خلل ڈالیں تو تمہارے پاس ان پر حجت ہوگی مگر ضروری ہے کہ ان کاموں کی جانچ پڑتال کرتے رہنا۔ نیک لوگوں کو مخبر بنا کے ان پر چھوڑ دینا یہ سب اس لیے کہ جب انہیں معلوم ہوگا کہ خفیہ نگرانی بھی ہو رہی ہے تو امانت داری اور رعایا سے مہربانی میں زیادہ چست ہو جائیں گے۔ پھر اگر ان میں سے کوئی شخص خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوسوں سے تصدیق ہو جائے تو بس یہ شہادت کافی ہے تم بھی سزا کا ہاتھ بڑھانا۔ جسمانی اذیت کے ساتھ خیانت کی رقم بھی اگلو لینا۔ خائن کو ذلت کی جگہ کھڑا کرنا اور بری طرح اسے رسوا کر ڈالنا۔“

محکمہ خراج

”دیکھو محکمہ خراج کی نگرانی میں کوتاہی نہ ہو۔ خراج ٹھیک رہنے ہی میں سب کی بھلائی و خوشحالی ہے۔ سب کے رزق کا مدار خراج پر ہے اور خراج کے تحصیلداروں پر، لیکن خراج سے زیادہ ملک کی آبادی پر توجہ رہنا چاہیے کیونکہ خراج بھی تو خوشحالی سے حاصل ہوتا ہے جو

حاکم تعمیر کے بغیر خراج چاہتا ہے، اس کی حکومت یقیناً چند روزہ ثابت ہوگی۔ اگر کاشتکار خراج کی زیادتی کی کسی آسمانی آفت کی آپاشی میں خلل پڑ جانے کی، رطوبت میں قلت کی، سیلاب یا خشکی کے سبب تقاوی کے خراب ہو جانے کی شکایت کریں تو ان کی سننا اور خراج کم کر دینا کیونکہ کاشتکاری تمہارا اصل خزانہ ہیں۔ ان سے جو رعایت بھی کرو گے اس سے ملک کی فلاح ہوگی۔ حکومت کی رونق بڑھے گی۔ نیز تم رعایا سے مال کے خراج کے ساتھ تعریف کا خراج بھی وصول کرو گے۔ اس وقت ان میں عدل پھیلانے سے تمہیں اور زیادہ خوشی حاصل ہوگی۔ مشکلات میں ان کی قوت پر تمہارا بھروسہ بڑھ جائے گا اور جو راحت تم نے انہیں پہنچائی ہے اور جس انصاف کا انہیں خوگر بنا دیا ہے اس پر ان سے شکر گزاری تمہارے لیے خزانہ بن جائے گی۔ ممکن ہے مشکلات نازل ہوں اور ان لوگوں پر بھروسہ کرنے کی مجبوری پیش آ جائے۔ ایسی حالت میں وہ بخوشی تمہارا ہر مطالبہ قبول کر لیں گے۔“

ملک کے عوام

ملک کے عوام کی آبادی و سرسبزی ہر بوجھ اٹھا سکتی ہے، لہذا اس کا ہمیشہ خیال رکھنا ملک کی بربادی تو باشندوں کی غربت ہی سے ہوتی ہے اور باشندوں کی غربت کا سبب یہ ہوتا ہے کہ حاکم دولت سمیٹنے پر کمر باندھ لیتے ہیں کیونکہ انہیں اپنے تباد لے اور زوال کا دھڑکا لگا رہتا ہے اور وہ عبرتوں سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے۔

”اپنے منشیوں کے معاملے کو بھی اہمیت دینا، یہ منصب بہترین آدمیوں ہی کے سپرد کرنا۔ راز کی خط و کتابت پر انہیں لوگوں کو مقرر کرنا جو اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں، جنہیں نہ اعزاز گستاخ بنا دے کہ بھری مجلس میں تم سے بد تمیزی کرنے لگیں یا معاہدوں میں تمہاری مصلحتوں، فائدوں سے چوک جایا کریں یا اگر کسی معاہدے سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے تو اس سے مخلصی کی صورت نہ پیدا کر سکیں۔ یہ لوگ ایسے ہونے چاہئیں کہ خود اپنی قدر جانتے ہوں کیونکہ جو شخص اپنی قدر نہیں جانتا وہ دوسروں کی قدر کیا جانے گا۔ ان لوگوں کا چناؤ محض اپنی فراست، میلان طبیعت یا حسن ظن کی بنا پر نہ کرنا کیونکہ لوگوں کا دستور ہے کہ تصنع اور

ظاہر داری سے اپنے آپ کو حاکموں کی فراست کے مطابق بنا لیتے ہیں مگر خیر خواہی اور امانت داری سے کورے ہوتے ہیں۔“

”انتخاب میں یہ بھی دیکھنا کہ اگلے حاکموں کے تحت انہوں نے کیا خدمتیں انجام دی ہیں۔ عوام کو ان سے کتنا فائدہ پہنچا ہے اور امانت داری میں ان کا شہرہ کیا ہے؟ ان باتوں کا لحاظ رکھو گے تو بیشک سمجھا جائے گا کہ تم اللہ کے اور اپنی رعایا کے خیر خواہ ہو۔“

”ہر محکمے کا ایک صدر مقرر کرنا جو محکمے کے تمام کاموں کو اپنے ہاتھ میں رکھے۔ تمہارے منشیوں میں جو عیب ہوگا اور تم اس سے چشم پوشی کرو گے تو وہ عیب خود تمہارا سمجھا جائے گا۔ تاجر اور اہل حرفت کا پورا خیال رکھنا ان کو بھی جو مقیم ہیں اور ان کا بھی جو پھیری کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ ملک کی دولت بڑھاتے ہیں، دور دور سے سامان لاتے ہیں، خشکیوں، تریوں، میدانوں، ریگستانوں، سمندروں، دریاؤں، پہاڑیوں کو پار کر کے ضروریات زندگی مہیا کرتے ہیں۔ ایسی جگہوں سے مال ڈھولاتے ہیں جہاں اور لوگ نہیں پہنچتے بلکہ وہاں جانے کی ہمت بھی نہیں کر سکتے۔“

تاجر اور اہل حرفہ

”تاجر اور اہل حرفہ امن پسند لوگ ہوتے ہیں، ان سے شورش و بغاوت کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اس پر بھی ضروری ہے کہ پایہ تخت میں بھی اور اطراف ملک میں بھی ان پر نگاہ رکھی جائے کیونکہ ان میں سے اکثر بڑے تنگ دل، بڑے بخیل ہوتے ہیں۔ اجارہ داری سے کام لیتے ہیں اور لین دین میں کملی ڈال کر لوٹ لینا چاہتے ہیں۔ اظہارہ دہی کی قطعی ممانعت کر دینا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے منع فرمایا ہے لیکن ہاں خرید و فروخت خوش دلی سے ہو۔ وزن بڑے ٹھیک رہیں۔ نرخ مقرر ہوں۔ نہ بیچنے والا گھائے میں رہے نہ مول لینے والا موٹا جائے اور ممانعت پر بھی اگر کوئی اجارہ داری کا مرتکب ہو تو اعتدال کے ساتھ اسے عبرت انگیز سزا دی جائے پھر اللہ اللہ۔“

غریب و مساکین

”ادنیٰ طبقے کے معاملے میں یہ لوگ وہ ہیں جن کا کوئی سہارا نہیں۔ فقیر، مسکین، محتاج، فلاش اور اپاہج ان میں ایسے بھی ہیں جو ہاتھ پھیلاتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو ہاتھ نہیں پھیلاتے مگر خراب صورت حال میں ہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں جو فرض خدا نے تمہیں سونپا ہے اس پر نگاہ رکھنا سے تلف نہ ہونے دینا۔ بیت المال میں ایک حصہ ان کیلئے خاص کر دینا اور اسلام کی جہاں جو کافی جائیداد موجود ہے، اس کی آمدنی میں ان کا حصہ رکھنا۔ ان میں سے کون دور ہے، کون نزدیک ہے۔ یہ نہ دیکھنا دور نزدیک سب کا حق برابر ہے اور ہر ایک کے حق کی ذمہ داری تمہارے سر ڈال دی گئی ہے۔ دیکھو! دولت کا نشہ تمہیں ان بے چاروں سے غافل نہ کر دے۔ اگر تم نے اس بار میں اہم و اکثر کو پورا کر دیا تو بھی اس وجہ سے تمہاری معمولی غفلت بھی معاف نہ کی جائے گی۔ لہذا ان کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آنا اور اپنی توجہ سے انہیں محروم نہ کرنا۔“

”ان میں ایسے بھی ہوں گے جو تمہارے پاس پہنچ نہیں سکتے۔ انہیں نگاہیں ٹھکراتی ہیں اور لوگ ان سے گھن کھاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری بھی تمہارا کام ہے۔ ان کیلئے بھروسے کے آدمیوں کی خدمات خاص کر دینا مگر یہ آدمی ایسے ہوں جو خوف خدا رکھتے ہوں اور دل کے خاکسار ہوں۔ یہ لوگ ان بے کسوں کے معاملات تمہارے سامنے لایا کریں اور تم وہ کرنا کہ قیامت کے دن تمہیں شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ یاد رکھو رعایا میں ان غریبوں سے زیادہ انصاف کا مستحق کوئی نہیں۔“

”مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کا جو حق ہے، پورا پورا ادا کرتے رہنا اور یتیموں کے پالنے والوں کا بھی خیال رکھنا ہوگا اور ان کا بھی جو بہت بوڑھے ہو چکے ہیں، جن کا کوئی سہارا باقی نہیں جو بھیک مانگنے کے بھی لائق نہیں رہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں حاکموں پر پیشک گراں ہوتی ہیں لیکن یہ بھی سوچنا چاہیے کہ پورے کا پورا حق گراں ہی ہے۔ ہاں خدا حق کو کبھی ان کیلئے آسان کر دیتا ہے جو عاقبت کی طلب میں رہتے ہیں اور اس لیے مشکلات و کمزوریاں

میں اپنے دل کو مضبوط بنا لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا یقین اس وعدہ الہی پر پختہ ہے جو وہ پروردگار اپنے نیک بندوں سے کر چکا ہے۔“

فریادی

اپنے وقت کا ایک حصہ فریادیوں کیلئے خاص کر دینا۔ سب کام چھوڑ کے ان سے ملا کرنا، ایسے موقع پر تمہاری مجلس عام رہے کہ جس کا جی چاہے بے دھڑک چلا آئے۔ اس مجلس میں تم خدا کے نام پر خاکسار بن جاؤ۔ فوجیوں، افسروں اور پولیس والوں سے مجلس کو بالکل خالی رکھنا تاکہ آنے والے دل کھول کے اپنی بات کہہ سکیں کیونکہ میں نے رسول اللہ کو بار بار فرماتے سنا ہے اس امت کی بھلائی نہیں ہو سکتی جس میں کمزوروں کو طاقتور سے پورا حق دلایا نہیں جاتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس مجلس میں عوام ہی جمع ہوں گے۔ اب اگر بدتمیزی سے بات کریں یا اپنا مطلب صاف بیان نہ کر سکیں تو خفا نہ ہونا، برداشت کر لینا۔ خبردار! زجر و توبیخ نہ کرنا، تکبر سے پیش نہ آنا۔ میری وصیت پر عمل کرو گے تو خدا تم پر اپنی رحمت کی چادریں پھیلا دے گا اور اپنی فرمانبرداری کا ثواب تمہارے لیے اٹل کر دے گا۔ جس کو کچھ دینا اس طرح کہ وہ خوش ہو جائے اور نہ دے سکتا تو اپنا عذر صفائی سے بیان کر دینا پھر ایسے معاملات بھی ہیں جنہیں خود اپنے ہی ہاتھ میں تمہیں رکھنا ہوگا۔“

”ایک معاملہ تو یہی ہے کہ عمال حکومت کے ان مراسلوں کا جواب خود لکھا کرنا جو تمہارے منشی نہیں لکھ سکتے اور ایک معاملہ یہ ہے جس دن روپیہ آئے اسی دن مستحقوں کو بانٹ دینا۔ اس سے تمہارے درباریوں کو کوفت تو ضرور ہوگی کیونکہ ان کی مصلحتیں تقسیم میں تاخیر و تعویق چاہیں گی۔ روز کا کام روز ختم کر دینا کیونکہ ہر دن کیلئے اسی کا کام بہت ہوتا ہے۔ اپنے وقت کا سب سے افضل حصہ اپنے پروردگار کیلئے خاص کر دینا اگرچہ سب وقت اللہ ہی کے ہیں بشرطیکہ نیک نیت ہو اور رعایا کو اس نیک نیت سے سلامتی ملتی ہو۔ خدا کیلئے دین کو خالص کرنے میں سب سے زیادہ یہ خیال رہے کہ فرائض منصبی بغیر کسی کمی بیشی کے کما حقہ بجالائے جائیں۔ یہ فرائض صرف خدا کیلئے خاص ہیں اور ان میں کسی کا سا جھا

نہیں۔ دن اور رات میں اپنا ایک وقت ضرور خدا کیلئے خاص کر دینا اور جو عبادت بھی تقرب الہی کیلئے انجام دینا اس طرح انجام دینا کہ ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہو۔ کسی طرح کا کوئی نقص اس میں رہ نہ جائے۔ چاہے اس سے تمہارے جسم کو کتنی ہی تکلیف ہو۔“

امامت

”دیکھو! جب امامت کرنا تو ایسی امامت نہیں کہ لوگ نماز ہی سے بیزار ہو جائیں اور ایسی امامت بھی نہیں کہ نماز کا کوئی رکن ضائع ہو جائے۔ یاد رکھو! نمازیوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، تندرست بھی اور بیمار بھی اور ضرورت مند بھی۔ رسول اللہ جب خود مجھے یمن بھیجنے لگے تو میں نے عرض کیا تھا ”یا رسول اللہ! امامت کس طرح کروں گا؟“ جو اب ملا کہ ”تیری نماز ویسی ہو جیسی سب سے کم طاقتور نمازی کی ہو سکتی ہے اور تو مومنوں کیلئے رحیم ثابت ہونا۔“ یہ بھی ضرورت ہے کہ رعایا سے تمہاری روپوشی کبھی لمبی نہ ہو۔ رعایا سے چھینا حاکم کی تنگ نظری کا ثبوت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم رعایا کے حالات سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ جب حاکم رعایا سے ماننا جلنا چھوڑ دیتا ہے تو رعایا بھی ان لوگوں سے ناواقف ہو جاتی ہے جو اس سے پردے میں ہو گئے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑے لوگ برے بن جاتے ہیں۔ اچھائی برائی بن جاتی ہے اور برائی اچھائی۔ حق اور باطل میں تمیز اٹھ جاتی ہے اور یہ تو کھلی بات ہے کہ حاکم بھی آدمی ہوتا ہے اور ان سب باتوں کو جان نہیں سکتا جو اس سے چھپالی جاتی ہیں حق کے سر پر سینگ نہیں ہوتے کہ دیکھتے ہی سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہہ دیا جائے۔“

”سوچو تو تم دو میں سے ایک قسم کے آدمی ہونگے یا تو حق کے مطابق خرچ کرنے میں سخی ہوگی، ایسے ہو تو تمہیں چھپنے کی ضرورت ہی کیا ہے، حق کی طرف سے جو کچھ تمہارے ذمے واجب ہو چکا ہے اسے ادا کرو گے یا اور کئی نیک کام کر گزرو گے اور یا پھر تم بخل وضع کی آزمائش میں ڈالے گئے ہو تو اس صورت میں بھی چھپنا غیر ضروری ہے کیونکہ اس قماش کے آدمی سے لوگ بڑی جلدی مایوس ہو کر خود ہی کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں حالانکہ واقعہ یہ

ہے کہ تم سے لوگوں کی زیادہ تر ضرورتیں ایسی ہوں گی جن سے تم پر کوئی بوجھ نہ پڑے گا۔ وہ کسی ظلم کی شکایت لے کر آئیں گے یا کسی معاملے میں انصاف کے طالب ہوں گے۔ تمہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ حاکم کے درباریوں اور مصاحبوں میں خود غرضی، تعالیٰ، زیادتی، بد معاملگی ہوا کرتی ہے۔ ان کے شر سے مخلوق کو بچانے کی صورت یہی ہے کہ ان کی برائیوں کے سرچشمے ہی بند کر دیئے جائیں۔“

”خبردار! کسی مصاحب یا رشتہ دار کو جاگیر نہ دینا۔ ایسا کرو گے تو یہ لوگ رعایا پر ظلم کریں گے۔ خود فائدہ اٹھائیں گے اور دنیا و آخرت میں مخلوق خدا کی بدگوئی تمہارے سر پڑے گی۔ حق کسی کے خلاف پڑے اس پر حق ضرور نافذ کرنا چاہیے، چاہے تمہارا عزیز قریب ہو یا غیر اس بارے میں تمہیں مضبوط اور ثواب خداوندی کا آرزو مند رہنا ہوگا۔ حق کا دار خود تمہارے رشتہ داروں اور عزیز ترین مصاحبوں پر کیوں نہ پڑے۔ خوش دلی سے یہ گوارا کرنا ہوگا۔“

”پیشک تم بھی آدمی ہو اور تمہیں خوش دلی سے کوفت ہو سکتی ہے لیکن تمہاری نگاہ ہمیشہ نتیجے پر رہنی چاہیے۔ یقین کرو نتیجہ تمہارے حق میں اچھا ہی ہوگا۔ اگر رعایا کو تم پر کبھی ظلم کا شبہ ہو جائے تو بے دھڑک رعایا کے سامنے آ جانا اور اس کا شبہ دور کر دینا۔ اس سے تمہارے نفس کی ریاضت ہوگی۔ دل میں رعایا کیلئے نرمی پیدا ہوگی اور تمہارے عذر کا بھی اظہار ہو جائے گا۔ ساتھ ہی تمہاری یہ غرض بھی پوری ہو جائے گی کہ رعایا حق پر استوار ہے۔“

دیکھو! جب دشمن ایسی صلح کی طرف بلائے جن میں خدا کی رضا مندی ہو تو انکار نہ کرنا کیونکہ صلح میں تمہاری فوج کیلئے آرام ہے اور خود تمہارے لیے بھی فکروں سے چھٹکارا اور امن کا سامان ہے لیکن صلح کے بعد دشمن سے خوب چوکس خوب ہوشیار رہنا چاہیے کیونکہ ممکن ہے صلح کی راہ سے اس نے تقرب اس لیے حاصل کیا ہو کہ بے خبری میں تم پر ٹوٹ پڑے لہذا بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ اس معاملے میں حسن ظن سے کام نہیں چل سکتا اور جب دشمن سے معاہدہ کرنا یا اپنی زبان اسے دے دینا تو عہد کی پوری پابندی کرنا۔ زبان کا پورا

پاس کرنا۔ عہد کو بچانے کیلئے اپنی جان تک کی بازی لگا دینا کیونکہ سب باتوں میں لوگوں کا اختلاف رہا ہے مگر اس بات پر سب متفق ہیں کہ آدمی کو اپنا عہد پورا کرنا چاہیے۔ مشرکوں تک نے عہد کی پابندی ضروری سمجھی تھی حالانکہ مسلمانوں سے بہت نیچے تھے اس لیے کہ تجربوں نے انہیں بتا دیا تھا کہ عہد شکنی کا نتیجہ تباہ کن ہوتا ہے۔ لہذا اپنے عہد، وعدے، زبان کے خلاف کبھی نہ جانا۔ دشمن سے دغا بازی نہ کرنا کیونکہ یہ خدا سے سرکشی ہے اور خدا سے سرکشی بے وقوف و سرکش ہی کیا کرتے ہیں۔“

معاہدے

”عہد کیا ہے؟ خدا کی طرف سے امن و امان کا اعلان ہے جو اس نے اپنی رحمت سے بندوں میں عام کر دیا ہے۔ عہد خدا کا حرم ہے جس میں سب کو پناہ ملتی ہے اور جس کی طرف کبھی دوڑتے ہیں۔ خبردار! عہد و پیمان میں کوئی دھوکہ، کوئی کھوٹ نہ رکھنا اور معاہدے کی عبارت ایسی نہ ہونے دینا کہ گول مول مبہم ہو، کئی کئی مطلب اس سے نکلتے ہوں۔ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو عہدے چکنے کے بعد ایسی عبارت سے فائدہ نہ اٹھانا اور یہ بھی یاد رہے کہ معاہدہ ہو چکنے کے بعد اگر اس کی وجہ سے پریشانی لاحق ہو تو ناحق اسے منسوخ نہ کر دینا۔ پریشانی جھیل لینا، بد عہدی کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ بد عہدی پر خدا تم سے جواب طلب کرے گا اور دنیا و آخرت میں اس کے مواخذے سے کہیں مفر نہ ہوگا۔“

خون ناحق

”خبردار! خون ناحق نہ بہانا کیونکہ خونریزی سے بڑھ کر بد انجام، نعمت کا ڈھانے والا، مدت کو ختم کرنے والا کوئی کام نہیں۔ قیامت کے دن جب خدا کا دربار عدالت لگے گا تو سب سے پہلے خون ناحق ہی کے مقدمے پیش ہوں گے اور خدا فیصلہ کرے گا۔ یاد رکھو! خونریزی سے حکومت طاقتور نہیں ہوتی بلکہ کمزور پڑ کر مٹ جاتی ہے اور یہ تو کھلی بات ہے کہ قتل عمد میں تم نہ خدا کے سامنے کوئی عذر پیش کر سکتے ہو نہ میرے سامنے، لیکن اگر سزا دینے میں تمہارے کوڑے، تلوار اور ہاتھ سے نادانستہ اسراف ہو جائے تو حکومت کے غرے میں

مقتول کا خون بہا اس کے وارثوں کے حوالے کرنے سے باز نہ رہنا۔“

”خبردار! خود پسندی کا شکار نہ ہونا۔ نفس کی جو بات پسند آئے اس پر بھروسہ نہ کرنا۔ خوشامد پسندی سے بچنا کیونکہ شیطان کیلئے یہ زریں موقع ہوتا ہے کہ نیکو کاروں کی نیکیوں پر پانی پھیر دے۔“

”خبردار! رعایا پر کبھی احسان نہ جتانا جو کچھ اس کیلئے کرنا اسے بڑھا چڑھا کر نہ دکھانا اور وعدہ خلافی بھی کبھی نہ کرنا۔ احسان جتانے سے احسان مٹ جاتا ہے۔ بھلائی کو بڑھا کر دکھانے سے حق کی روشنی چلی جاتی ہے اور وعدہ خلافی سے خدا بھی ناخوش ہوتا ہے اور حق کے بندے بھی۔ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے: ”خدا کو نہایت ناپسند ہے کہ ایسی بات کہو جو نہیں کرتے ہو۔“

”جلد بازی سے کام نہ لینا۔ ہر معاملے کو اس کے وقت پر ہاتھ میں لینا اور انجام کو پہنچا دینا۔ نہ وقت سے پہلے اس کیلئے جلدی کرنا نہ وقت آ جانے پر تساہل برتنا۔ اگر معاملہ مشتبہ ہو تو اس پر اصرار نہ کرنا۔ روشن ہو تو اس میں کمزوری نہ دکھانا۔ اصل یہ ہے کہ ہر کام اس کے وقت پر کرنا اور ہر معاملے کو اس کی جگہ رکھنا۔ کسی ایسی چیز کو اپنے لیے خاص نہ کر لینا جس میں سب کا حق برابر ہے اور نہ ایسی باتوں سے انجان بن جانا جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ خود غرضی سے جو کچھ حاصل کرو گے تمہارے ہاتھ سے چھین جائے گا اور دوسروں کو دے دیا جائے گا۔ جلد ہی تمہاری آنکھوں پر سے پردے اٹھ جائیں گے اور مظلوم سے جو کچھ لے چکے ہو، اس کی داد رسی ہوگی۔“

”دیکھو! اپنے غصے، طیش کو اور ہاتھ، زبان کو قابو رکھنا۔ سزا دینے کو ملتوی نہ کر دینا، یہاں تک کہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔ اس وقت تمہیں اختیار ہوگا کہ جو مناسب سمجھو کرو مگر اپنے آپ پر قابو نہ پاسکو گے۔ جب تک پروردگار کی طرف واپسی کا معاملہ تمہارے خیالات پر غالب نہ آ جائے۔ گزری ہوئی منصف حکومتوں، نیک دستوروں، ہمارے نبی کے واقعات اور کتاب اللہ کے فرائض ہمیشہ یاد رکھنا تاکہ اپنی حکومت کے معاملات میں ہمارے عمل کی

پیروی کر سکو۔“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

”تمہیں پوری کوشش سے میری ہدایتوں پر عمل کرنا چاہیے جو اپنی اس وصیت میں لکھ چکا ہوں۔ میرا یہ عہد تم پر حجت ہے اور اس کے بعد اپنے نفس کی خواہشوں کا ساتھ دینے میں کوئی عذر نہ پیش کر سکو گے۔ میں اللہ بزرگ و برتر سے دست بدعا ہوں جس کی رحمت وسیع اور قدرت عظیم ہے کہ مجھے اور تمہیں اس راہ کی توفیق بخشے جس میں اس کی رضامندی اور مخلوق کی بھلائی ہے۔ ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی اور ملک کیلئے ہر طرح کی اچھائی ہے اور یہ کہ اس کی نعمت ہم پر پوری ہو۔ اس سے عزت افزائی برہتی ہے اور یہ کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت و شہادت پر ہو۔“

خط و کتابت

واجب الاحترام جناب میاں محمد شریف صاحب

والد گرامی جناب میاں محمد نواز شریف وزیر اعظم پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج گرامی؟

جب سے محترمی جناب میاں محمد نواز شریف صاحب نے دوسرے دور کیلئے وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھایا ہے ابلیس لعین اپنی پوری قوتوں اور تمام تر مکر و فریب کے ساتھ حملہ آور ہے۔ بحران پہ بحران میں الجھایا جا رہا ہے۔ یہ تو اللہ کا خاص فضل و کرم ہے جو بات ابھی تک بنی ہوئی ہے۔ یقیناً اللہ کریم نے آپ کے خاندان سے کوئی خاص اور اہم کام لینا ہے۔ بھارت نے ایٹم بم کا دھماکہ کر کے ہمیں ایک نئی آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ طاقت کے نشے اور ایٹمی صلاحیت کے مظاہرے کے بعد اتنا دیدہ دلیر ہو گیا ہے کہ کبھی آزاد کشمیر پر حملہ کرنے کی دھمکیاں دیتا ہے، کبھی بین الاقوامی سرحدات پر فسادات برپا کرنا چاہتا ہے، کبھی ہوائی جہاز کے اغواء کا ڈرامہ رچایا جا رہا ہے۔ ادھر دنیا کی گریٹ پاورز پاکستان پر دباؤ ڈال رہی ہیں کہ ہم بم دھماکہ نہ کریں ورنہ معاشی پابندیاں لگا کر مشکلات پیدا کی جائیں گی۔ دعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ہمارے ملک کے تمام اندرونی و بیرونی خطرات سے محفوظ فرمائے اور ہماری حکومت کو ہمت اور استقلال عطا فرمائے تاکہ ہم کفار کو ہر محاذ پر عبرتناک شکست دے سکیں۔ آمین

عالیجاہا! جب سے میاں محمد نواز شریف صاحب نے بطور وزیر اعظم حلف اٹھایا ہے بندہ متواتر ان کی توجہ شیطانی مکر و فریب کی طرف مبذول کروا رہا ہے اس ضمن میں ایک کتاب ”والیان ملک اور ابلیس کا مکر و فریب“ بھی ان کو بھجوائی مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی گونا گوں مصروفیات کی وجہ سے مطالعہ نہیں کر سکے۔ دراصل بندہ اس لیے بیتاب ہے کہ ہمارے وزیر اعظم کہیں شیطانی مکر و فریب کا شکار نہ ہو جائیں۔ امام ابن الجوزی آج سے نو سو سال

قبل اپنی مشہور زمانہ کتاب ”تلبیس ابلیس“ میں بتا چکے ہیں کہ وہ کون کون سے داؤ اور مکرو فریب ہیں جن کے ذریعہ ابلیس لعین والیان ملک کو تخت و تاج سے معزول کراتا ہے۔ یہ تمام کے تمام مکرو فریب وہی ہیں جن کے سبب پاکستان کے حکمران آج تک ذلیل و خوار ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ لہذا بندہ کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ اپنے وزیر اعظم کو ایسے تمام مکرو فریب سے آگاہ کیا جائے مگر میاں محمد نواز شریف صاحب عدیم الفرصت ہیں اس لیے آپ کو زحمت دے رہا ہوں اور مذکورہ کتاب کی ایک کاپی ارسال کر رہا ہوں اس امید پر کہ آپ نہایت اہم موضوع پر اپنے فرزند ارجمند کو مطلع فرمائیں گے تاکہ وہ جلد از جلد شیطانی مکرو فریب سے بچ سکیں۔ آپ اپنے عظیم اور بردبار بیٹے کو تاکید فرمائیں کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرے۔

محترمی جناب بڑے میاں صاحب! اس کتاب کا سرورق ملاحظہ فرمائیں جس کی ابتدا علامہ اقبال کے غیر مطبوعہ کلام کے اس شعر سے کی گئی ہے۔

خوف شر کیوں ہو اگر خیر ہے مقصد تیرا

تیری تسخیر تو ابلیس کو لرزاں کر دے

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ کے دونوں بیٹوں وزیر اعظم پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب کے مقاصد خیر ہیں پھر انہیں شیطانی یا شیطان نما انسانوں کے شر کا کیا خوف ہے؟ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ وہ شیطانی مکرو فریب سے بخوبی آگاہ ہوں جنہیں بندہ نے اپنی مذکورہ کتاب میں درج کر دیا ہے۔ مگر کیا کیا جائے پاکستان کی ہر شاخ پر الو بیٹھا ہوا ہے گویا ۔

اس غم میں کلیاں زرد ہوئیں اس غم میں غنچے سوکھ گئے

ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستان کیا ہوگا

بھارتی ایٹمی دھماکے کا اصل مقصد یہ ہے کہ پاکستان کو دو طرح کی مشکلات میں مبتلا کر دیا جائے یعنی اب اگر پاکستان دھماکہ کرتا ہے تو تمام گریٹ پاورز ناراض ہو کر معاشی طور پر ہمیں

تباہ کر دیں گی اور اگر ہم دھماکہ نہیں کرتے تو عوام میں غیظ و غضب کی ایک ایسی لہر اٹھے گی جس کا مقابلہ کرنا ناممکن ہوگا۔ دونوں صورتیں حکومت کیلئے سخت باعث تشویش ہیں۔ حالات بڑے نازک اور اہم موڑ پر آن پہنچے ہیں۔ کوئی بھی قدم اٹھانے میں از بس ضروری ہے کہ صبر و سکون، دور اندیشی اور ہوشمندی کو اپنایا جائے جس کے بعد کوئی حتمی فیصلہ کرنا چاہیے۔ تاہم ایک بات تو واضح ہے کہ سپر پاورز کی ناراضی کا مقابلہ تو حکومت اپنے عوام کے ساتھ مل کر کر سکے گی چونکہ 80 فیصد لوگ دھماکہ کے حق میں ہیں مگر عوام کے غم و غصہ اور ناراضی کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ پھر کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر بزدلی کا طعنہ ہمیشہ سوہان روح بنا رہے گا۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ عوام کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے جلد از جلد دھماکہ کر دیا جائے۔ اپنے ”اسپ تازی“ کو ذرا ایڑ لگا ہی دیں۔ ہرچہ باد اباد ماکشتی در آب انداختیم والی بات اب ہو ہی جانی چاہئے۔ میرا یقین ہے اللہ تعالیٰ ہماری مدد ضرور کرے گا۔ کم از کم آپ کے بیٹے بزدلی کے طعنے سے تونچ جائیں گے اور ان کا یہ جرأت مندانہ کارنامہ رہتی دنیا تک تاریخ پاکستان میں سنہری حروف سے لکھا جاتا رہے گا۔

محترمی! آپ خوب جانتے ہیں کہ مذکورہ کتاب کی تالیف اور اشاعت کیلئے مجھے کتنی محنت اور خرچ کرنا پڑا ہوگا۔ محض اس لیے کہ ہمارے وزیراعظم اپنے آپ کو ابلیس کے مکرو فریب سے بچا سکیں۔ ہر مسلمان بھائی کا فرض ہے کہ وہ تبلیغ کرتا رہے چاہے ایک اچھی بات ہی کیوں نہ بتائے۔ بندہ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ ایک کتاب شائع کرا کر آپ کی خدمت میں ارسال کر دی ہے۔ مجھے کوئی طمع یا لالچ نہیں ہے ماسوائے اس کے کہ محترمی جناب وزیراعظم اور وزیراعلیٰ اس کا مطالعہ فرما کر تمام شیطانی مکرو فریب سے آگاہ ہو سکیں۔

بات میں آئے نہ آئے تم کو رس

قاصدوں کا کام ہے پہنچانا بس

انگریزی کا ایک مقولہ ملاحظہ ہو:

"We have two kinds of morality by side; One which we preach but do not practise, and

the other which we practise, but seldom preach."

یا اللہ ملک پاکستان کی موجودہ صالح اور باکردار قیادت کو اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ایسی بصیرت و بصارت عطا فرما جس کے ذریعہ مملکت خداداد پاکستان کو ہنود و یہود اور شیطانی و مکر و فریب سے محفوظ رکھ سکے۔ آمین

دعا گو میاں محمد سعید شاد

(25 مئی 1998ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لاہور

28 جون 1998ء

واجب الاحترام جناب میاں محمد شریف صاحب والد گرامی
جناب میاں محمد نواز شریف وزیر اعظم پاکستان و شہباز شریف صاحب وزیر اعلیٰ پنجاب
زاد لطفکم اللہ تعالیٰ

ع | آسمانِ راحت بود گر خوں بار دبر زمین

السلام علیکم! آپ کے صاحبزادگان کے دور حکومت میں رحمن پورہ بستی متصل اچھرہ پر ایک ناگہانی آفت آن پڑی ہے۔ لوگ ڈر اور خوف کے مارے اپنے ہی ہاتھوں گھروں سے ملحقہ اضافی تعمیرات گرانے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ دھڑا دھڑا ہتھوڑے اور چھینیاں چل رہی ہیں۔ لاہور کارپوریشن، ہاؤسنگ پلاننگ اور فوج کے افسران یہ قتل عام کروا رہے ہیں جو لوگ خود نہیں گرا سکتے فوجی جوان گرا کر جرمانہ بھی موقعہ پر ہی وصول کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں یہ تعمیرات ناجائز ہیں اور افسران بالا کے حکم کے تحت ہی یہ سب کچھ وہ کر رہے ہیں۔

رحمن پورہ کالونی 1956ء میں معرض وجود میں آئی تھی۔ شروع میں یہ کالونی کچے پکے بنے ہوئے کوارٹروں پر مشتمل تھے۔ اس وقت کوئی بھی شخص ادھر رخ نہیں کرتا تھا۔ تاہم

موجودہ ساکنین کالونی نے اسے آباد کیا اور آج اسے آباد ہوئے 42 سال ہو رہے ہیں۔ اصل الاٹی کوارٹر کا خاندان اس عرصہ میں نو جوان پوتوں بلکہ پڑپوتوں تک پھیل گیا ہے۔ لہذا الاٹی نے افراد میں اضافہ کی وجہ سے اپنے کوارٹرز سے متصل بے کار پڑے ہوئے چند گزوں کے ٹکڑوں کو رہائشی ضروریات کیلئے کوارٹرز کے ساتھ شامل کر لیا اور پردہ والز وغیرہ بنالیں۔ جہاں بچے اور گھریلو خواتین بیٹھ سکتیں۔ چونکہ رحمن پورہ کالونی میں جتنی گراؤنڈز اور گرین بیلٹ ریزرو (Reserve) تھیں وہ یا تو فروخت کر دی گئیں یا سکولوں اور دفاتر میں تبدیل ہو گئیں۔ تاہم اہل رحمن پورہ کو آمدورفت کے ضمن میں کبھی کوئی شکایت نہ ہوئی اور یہ لوگ سب مل جل کر باہمی محبت اور اخوت سے رہ رہے تھے کہ اچانک دیواروں پر خطرہ کے سرخ نشان لگ گئے اور حکم ہوا کہ فوراً تعمیرات ہٹا لو ورنہ بلڈوز کر دی جائیں گی۔ کوئی دادو فریاد سننے والا نہ ہوگا اوپر سے قوم کے بنیادی حقوق پہلے ہی سلب کر لیے گئے ہیں جب اہلیان رحمن پورہ کو نقل و حرکت کے ضمن میں کوئی شکایت نہیں تو حکومت انہیں خواہ مخواہ کیوں ذلیل و رسوا کر رہی ہے۔ اس بستی میں اکثریت مسلم لیگیوں کی ہے جو اس نادر شاہی حکم سے سخت مضطرب ہے۔

حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ مہربانی فرمائے۔ جبر و استبداد سے کام نہ لے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر کو جو دستور حکومت دیا تھا اس میں فرمایا تھا ”کہ رعایا کے حق میں پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جانا کہ اسے لقمہ بنا ڈالنے ہی میں تجھے اپنی کامیابی دکھائی دے۔ لوگوں سے غلطیاں تو ہوتی رہتی ہیں۔ جان بوجھ کے یا بھولے پن سے مگر تم اپنے عفو و کرم کا دامن خطا کاروں کیلئے اس طرح پھیلا دینا جس طرح تمہاری آرزو ہے کہ خدا تمہاری خطاؤں کیلئے اپنا دامن عفو و کرم پھیلادے۔ جہاں تک ہو سکے غصہ پی جانا۔ فریادی کی فریاد سننا۔ رعایا کے دلوں میں آپ کے متعلق محبت کے جذبات ہوں نہ کہ آپ کے جبر و استبداد سے خائف ہوں اور ان کے دلوں سے بددعائیں ہی نہ نکلتی رہیں۔“

مذکورہ دستور حکومت سے واضح ہو جاتا ہے کہ والیان ملک کو اپنی رعایا پر ہمیشہ مہربان

رہنا چاہئے اور اس کیلئے عفو و درگزر سے کام لینا چاہئے نہ کہ جو روستم کا نشانہ بنائے رکھنا چاہئے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

آں جا کہ بود قہرش ہر شہر بیابانے آں جا کہ بود عفو ش ہر ذرہ گناہگارے
یعنی جس شہر کا بادشاہ قاہر ہوگا وہ شہر بیابان ہو جائے گا اور جس جگہ اس کا رحم اور بخشش ہوگی وہاں کا ہر ذرہ گناہگار ہونے کی تمنا کرے گا تا کہ وہ بھی بخشا جائے۔

محترمی جناب میاں صاحب! جہاں تک شاہراہوں، رابطہ سڑکوں اور عام ٹریفک کیلئے مخصوص سڑکوں سے ناجائز تجاوزات دور کرانے کا تعلق ہے تو اس امر کو عوام نے بہت سراہا تھا۔ اسی طرح قبضہ گروپ سے اراضی واگزار کرانے کا عمل بھی قابل ستائش ہوگا مگر جہاں تک عوامی بستیوں کے گلی کوچوں سے چھوٹی موٹی تجاوزات کو ختم کرانے کے حکم کا تعلق ہے تو یہ عمل عوام میں پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جا رہا ہے۔ لوگوں میں مسلم لیگ حکومت کے خلاف مایوسی اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو رہی ہے اگر کسی شخص نے چند گز بے کار پڑی ہوئی اراضی جو ”ٹریفک فلو“ میں خارج بھی نہیں کسی رہائشی ضرورت کے تحت اپنے گھر میں شامل کر لیا ہے تو اس سے درگزر کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ بلکہ بہتر ہوگا کہ اگر اس سے ایسی اراضی کی مناسب قیمت لے کر اسے مستقل طور پر الاٹ کر دیا جائے تا کہ وہ پورے اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ اسے استعمال کر سکے۔ ویسے بھی آج کل حکومت کو کئی طرح کے قرضے اتارنے کیلئے فنڈز کی اشد ضرورت بھی ہے۔

عالیجاہا! آپ کے صاحبزادے بفضلہ تعالیٰ آپ کے تابع فرمان ہیں۔ وہ اپنے سعادت مندی کے باعث آپ کے کسی حکم کو نہیں ٹالتے اور وہ تمام اہم ملکی امور میں آپ سے مشاورت بھی کرتے رہتے ہیں مگر کبھی کبھار بعض بد تدبیر مشیروں اور صلاح کاروں کے جھنڈے میں بھی آجاتے ہیں جس کی وجہ سے ہر آئے دن کوئی نہ کوئی مصیبت مول لے لیتے ہیں جس کی وجہ سے عوام میں مایوسی اور بددلی پھیل رہی ہے۔ اب تو بچہ بچہ پکار رہا ہے کہ اس دفعہ تو میاں نواز شریف صاحب کی حکومت کامیابی سے نہیں چل رہی۔ واقعی سرخ آندھی کا

ایک طوفانِ افق پر منڈلا رہا ہے، ہر طرف بد امنی، غارتگری، راہزنی، زنا بالجبر، مہنگائی اور قانون شکنی کا دور دورہ ہے۔ گویا

این چہ شور یست کہ در دور قمرے بینم ہمہ آفاق پر از فتنہ و شرے بینم
والی بات ہو چکی ہے۔ ایک طرف تو وسیع قطعات اور سرکاری جائیدادوں پر قبضہ گروپ
والے ویسے ہی دندنار ہے ہیں اور دوسری طرف حکومت کے بظاہر وفادار اور مستعد مگر
بد باطن کارندے گلی کوچوں میں واقع چھوٹی موٹی تجاوزات گرا کر عوام کی طرف سے نفرت
اور غیظ و غضب کے انبار حکومت کے خلاف اکٹھے کروا رہے ہیں تاکہ موجودہ حکومت زیادہ
سے زیادہ بدنام ہو۔ گلی کوچوں میں جہاں لوگ باہمی پیار اور محبت سے رہ رہے ہیں وہاں
اگر کسی طرح سے ”ٹریفک فلو“ میں رکاوٹ بھی نہیں ہو رہی تو ایسی صورت میں معمولی
تجاوزات کو گرا کر خواہ مخواہ عوام میں مایوسی پیدا کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ ترجیحی بنیادوں پر
کرنے والے اور بہت سے کام ہیں۔ مثلاً نادہندگان کا پیٹ پھاڑ کر واجب الادا رقوم
وصول کی جائیں۔ زانیوں کو چوراہوں میں سنگسار کیا جائے۔ زنا بالجبر کے مرتکب مجرموں کو
عبرت ناک سزائیں دی جائیں۔ چوروں ڈاکوؤں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ راہزنوں کو
گولی سے اڑا دیا جائے۔ عدالتوں سے سستا اور فوری انصاف دلوایا جائے۔ نجلی سطح پر
معاشرہ کی اصلاح آہنی ہاتھوں سے کی جائے تاکہ مقدمات کی تعداد کم ہو کر عدالتوں پر
بوجھ کم ہو سکے۔ مہنگائی کا سدباب کرایا جائے۔

وزارت امور خارجہ اور داخلہ کو مستعد اور فعال کیا جائے۔ وزیر خزانہ کی کارکردگی کے
معیار کا تعین حضرت یوسف علیہ السلام کی بتائی ہوئی خصوصیات کی روشنی میں رکھا جائے۔
(سورہ یوسف آیت نمبر 53 تا 54 ملاحظہ ہو) ترجمہ: ”اور بادشاہ نے حکم دیا کہ لے آؤ
اسے میرے پاس میں جن لوگوں کا اسے اپنی ذات کے لئے پھر جب اسی نے آپ سے گفتگو
کی اور مطمئن ہو گیا تو کہا آپ آج سے ہمارے ہاں بڑے بڑے محترم اور قابل اعتماد
درباری ہیں (53) آپ نے فرمایا مجھے مقرر کردے زمین کے خزانوں پر بے شک میں ان

کی حفاظت کرنے والا اور معاشی مسائل کا ماہر ہوں۔“ اگر وہ اس معیار پر پورا نہیں اترتے تو انہیں فوراً تبدیل کر دینا چاہئے۔ سروسز میں کوئی شخص بھی ناگزیر نہیں ہوا کرتا یہ جاہ و جلال یہ مال و منال یہ طلسماتی محلات جن کا چرچا آج اخبارات میں عام ہے، یہ شان و شوکت، یہ حکمرانی سب عارضی چیزیں ہیں۔ انسانوں کے عروج و زوال کی عبرتناک داستانوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ انسانوں پر حکمرانی صرف اسی وقت تک قائم رہ سکتی ہے جب تک وہ حکمرانوں کے جبر و ستم کو سہہ سکنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ پھر یکا یک تاریخ اپنے آپ کو خود دہراتی ہے۔ آج صورت حال ایسی ہو گئی ہے کہ آپ کے دونوں فرزند ان گرامی قدر کی حکومتوں کے ابتدائی سال سو سال کے دوران سروسز اور دیگر حکومتی امور میں اتنی اٹھل پھل ہوئی ہے کہ جس کی مثال شاید ڈھونڈنے سے بھی نہ مل سکے ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوئی ہے۔ حکومتی فیصلے ایسے غلط ہو رہے ہیں جن کی وجہ سے مزید مایوسی پھیل رہی ہے۔ اب دعائے خیر کرنے والوں کی تعداد قلیل ہو رہی ہے خوف ہے کہ کہیں ایسے دکھی انسانوں کا ریلا حکومت کو تہہ و بالا نہ کر دے۔ پھر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی کیونکہ

سانپ ڈس لے تو ہے تریاق کا امکان بہت آدمی ڈس لے تو ہر سانس بکھر جاتی ہے
 واجب الاحترام جناب میاں صاحب! خود آپ کی زندگی نشیب و فراز سے بھری پڑی ہے۔ آج ارتفاع و ارتقاء کی انتہائی منازل طے کر چکے ہیں۔ اب دین و دنیا میں کوئی کمی یا کسر باقی نہیں رہی۔ یہ مقام نہایت خطرناک ہے ایسی بلندی سے گر کر بچنا محال ہوگا۔ ابلیس اپنی پوری قوتوں عیار یوں اور چالاکیوں سے حملہ آور ہے۔ اللہ اور رسول اکرم ﷺ سے حفظ و امان طلب فرماتے رہا کریں۔ لہذا میں اس خط کو حضرت بابے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

چٹی چادر لہ لہ کڑیے پہن فقیراں دی لوئی چٹی چادر نونوں لگے گا لوئی نونوں دا رنہ کوئی

وما علینا الا البلاغ

دعا گو بندہ میاں محمد سعید شاد

28 جون 1998ء

واجب الاحترام جناب چودھری محمد رفیق تارڑ صاحب

صدر پاکستان، اسلام آباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی؟

15 نومبر 98ء کو سول سروس اکیڈمی میں 25 ویں کامن ٹریننگ پروگرام کی پانگ آؤٹ تقریب سے خطاب فرماتے ہوئے آپ نے مندرجہ ذیل شعر کو علامہ اقبال سے منسوب فرمایا ہے۔

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

2- عام تاثر یہی ہے کہ یہ شعر علامہ اقبال ہی کا ہے مگر یہ درست نہیں۔ چند سال قبل اس پر بحث اس وقت چلی تھی جب نیلام گھر شو میں جناب طارق عزیز صاحب نے کسی سے پوچھا تھا کہ یہ شعر کس کا ہے تو اس نے کہا ”علامہ اقبال“ کا، یہ جواب درست تسلیم کر لیا گیا۔ شاعر کے اصل وارثوں نے اعتراض کیا اور بالآخر ثابت ہوا کہ یہ شعر علامہ صاحب کا نہیں بلکہ یہ جناب سید صادق حسین شاہ ایڈووکیٹ شکر گڑھی کے شعری مجموعہ ”برگ سبز“ کی ایک نظم کا حصہ ہے جو انہوں نے 22-1920ء کی تحریک خلافت کے دوران لکھی تھی۔ اس نظم کے کچھ اشعار پیش خدمت ہیں۔

تو سمجھتا ہے حوادث ہیں ستانے کیلئے

یہ ہوا کرتے ہیں ظاہر آزمانے کیلئے

کامیابی کی ہوا کرتی ہے ناکامی دلیل

رنج آتے ہیں تجھے راحت دلانے کیلئے

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

ہاتھ پاؤں رکھتے ہیں تو خاموش کیوں بیٹھے رہیں

ہم اٹھیں گے اپنی قسمت کو بنانے کیلئے

3- جناب صادق حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل پانچ نامور صاحبزادگان کے

نام اس طرح سے ہیں۔

(1) سید ظفر حسین شاہ ایڈووکیٹ۔

(2) سید صفدر حسین کاظمی CSP۔ سابق سیکرٹری، مرکزی حکومت پاکستان

(3) سید شوکت حسین کاظمی CSP۔ ایڈیشنل سیکرٹری وفاقی حکومت (غالباً)

(4) سید مشتاق حسین صاحب۔ جوائنٹ سیکرٹری مرکزی حکومت (غالباً)

(5) سید راحت حسین کاظمی بی ایس سی میکینکل انجینئر (PIA سروس)

4- یہ انفارمیشن مجھے میرے ایک معتمد دوست نے دی ہے جو اس خاندان کو ذاتی طور پر

جانتا ہے۔ یہ چند سطور ریکارڈ درست کرنے کیلئے تحریر کی ہیں۔

5- چار کتابیں میری تالیف ہیں: (1) خطبات شیر ربائی (2) والیان ملک اور ابلیس کا

مکرو فریب (3) ازدواجی زندگی کے تین ادوار (4) ارض موات، ہر کتاب کا خلاصہ بصورت

تعارف نامہ ارسال ہے۔ اگر مذکورہ کتابوں کے مطالعہ کا شوق ہو تو عندالطلب بھیج دی

جائیں گی۔

6- دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس عہدہ جلیلہ کے جملہ فرائض بوجہ احسن ادا کرنے کی

توفیق بخشے اور صحت کاملہ سے نوازے۔ آمین

دعا گو بندہ میاں محمد سعید شاد

16 نومبر 1998ء

واجب الاحترام جناب میاں محمد نواز شریف صاحب وزیر اعظم پاکستان
زاد لطفکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی؟

آج آپ نے اپنی عمر عزیز کے انچاس سال پورے کر لیے ہیں۔ عزیز واقارب نے
یہ تقریب پوری سادگی کے ساتھ منا کر ایک اچھی روایت قائم کی ہے۔ میری طرف سے بھی
مبارک قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائیں۔ آمین
انسان کی طبعی عمر تو تریسٹھ سال تک ہی بتائی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب
رسول اکرم ﷺ کو عطا فرمائی تھی اس کے بعد کی عمر میں اعضاء رئیسہ مضحمل ہو جاتے ہیں
اور اعصاب بھی کمزور ہو جاتے ہیں تو بقیہ زندگی کئی طرح کی بیماریوں کی شکار ہو کر رہ جاتی
ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ارذل العمر سے پناہ مانگو۔ یعنی بڑھاپے کی طویل بیماری
سے پناہ مانگو۔ 70, 80 سال کی عمر میں صاحب فراش ہونا اور تادیر اسی کیفیت میں پڑے
رہنا خود ایک سخت عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ جانکنی کے عذاب سے بچائے۔ آمین
شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے انسانی عمر کے بعض حصوں کے متعلق کیا خوب کہا ہے:
چہل سال عمر عزیزت گزشت مزاج تو از حال طفلی نہ گشت
اے انسان تری عزیز ترین عمر کے 40 سال بیت گئے مگر تو ابھی تک اپنے آپ کو بچہ
ہی سمجھتا ہے۔

چوں پنجاہ سالت بروں شدزد دست غنیمت شمر پنج روزے کہ ہست
اے بندے اب تیری عمر پچاس سال ہو گئی ہے۔ اب پانچ روزہ زندگی باقی ہے اسے تو
غنیمت جان۔ پانچ روزہ زندگی یوں ہے کہ (1) بچپن (2) لڑکپن (3) جوانی (4) بڑھاپا
(5) ادھیڑ عمر

بیا ای کہ عمرت بہفتاد رفت مگر خفتہ بودی کہ برباد رفت
اب تو تیری عمر ستر سال ہو گئی ہے مگر تو غافل رہا نیک اعمال نہ کیے سو یہ بھی برباد گئی۔
اس کے مقابلے میں پنجابی کے ایک شاعر نے انسانی زندگی کے ”دہاکے“ یعنی دس

سال بعد کی عمر کی بدلتی ہوئی کیفیت کا حال پنجابی اشعار میں اس طرح سے بیان کیا ہے:

اک دہا کا دہا کا رب تیرا رکھا!

دو دہا کے ویہہ پھتر دیویں پہیہ (پیس)

تین دہا کے تھہ ایویں گے جیویں جنگل وچ شینھ (شیر)

چار دہا کے چالی۔ ڈھگا ہو یا ہالی

پنج دہا کے پنجاہ۔ بھر دا پھرے ٹھنڈے ساہ

چھ دہا کے سٹھ پھڑلئی ہتھ وچ لٹھ

ست دہا کے ستر گلاں کرے تہتر بہتر

اٹھ دہا کے اسی کوئی نہ چھپے پانی لسی

نو دہا کے بنے کوئی وی گل نہ پھبے

دس دہا کے سو۔ ہن تے مگروں لوہ!!

محترمی جناب میاں صاحب! میں خود دستہرا بہتر راہ گیا ہوں۔ بھلا کہاں آپ وزیر اعظم پاکستان اور کہاں میں ایک فقیر انسان! کہاں راجہ بھوج اور کہاں گنگو اتیلی! خواہ مخواہ آئے دن آپ کو خطوط لکھتا رہتا ہوں، یہ تو آپ کی ذرہ نوازی ہے کہ کبھی کبھار مجھے جواب بھی دے دیتے ہیں ورنہ من آنم کہ من دانم پچھلے دنوں اپنی تالیف کردہ کتاب ”والیان ملک اور ابلیس کا مکرو فریب“ ارسال کی تھی۔ کتاب کی آپ نے اپنے دستخطوں سے تعریف فرما کر میری عزت افزائی بھی فرمائی۔ اس کتاب میں امام ابن الجوزی بغدادی کے وہ بارہ مکرو فریب درج ہیں جن کے ذریعہ ابلیس کس طرح سے والیان ملک کو تخت سے معزول کراتا ہے۔ دست بستہ عرض ہے کہ ان ابلیسی مکرو فریب کو ہمیشہ سامنے رکھ کر بچتے رہیں۔ ابلیس آج کل آپ کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا ہے اور بعض غلط کام بھی کر رہا ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات کئی طرح کے بحران کچھ زیادہ ہی پیدا ہو رہے ہیں یہ تو آپ کے والدین کی دعائیں ہیں جن کی بدولت خطرات ٹل جاتے ہیں اور ہر طرح کے بحرانوں سے سرخرو ہو کر

نکل جاتے ہیں، اللہ پاک اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے آپ پر خصوصی فضل و کرم فرما رہا ہے اور فرما تار ہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

دعا گو بندہ میاں محمد سعید شاد

26 دسمبر 1998ء

محترمی! جناب میاں محمد نواز شریف صاحب وزیر اعظم پاکستان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ مزاج گرامی؟

28 مئی 1998ء کو بالآخر یوم تکبر کا نام دے دیا گیا ہے اور اب جوش و خروش سے منانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہ ایک ایسا نام ہے جس پر کسی بھی مسلمان کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس نام کی عظمت اور کبریائی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اللہ اکبر! مسلمانوں کا قومی نعرہ ہے۔ جہاد اور لڑائی کے وقت تکبیر نعرہ جنگ کا کام دیتی ہے۔ کفار کے دلوں پر اس سے رعب اور ہیبت طاری ہو جاتی ہے جن دیگر موقعوں پر نعرہ تکبیر بلند کیا جاتا ہے ہر مسلمان ان سے بھی بخوبی واقف ہے۔ اللہ پاک کی شان کبریائی کا اظہار تو دنیا کے گوشے گوشے میں ہمہ وقت ہو رہا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔ دنیا کے کسی ایک ملک میں اگر آج صبح ہے تو دوسرے میں دوپہر اور تیسرے ملک میں شام ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا کوئی دن اور وقت مخصوص نہیں ہو سکتا مگر قوموں کی زندگی میں کسی اہم دن منانے کا کوئی خاص پس منظر ضرور ہوتا ہے۔ اس لیے اس دن کا نام بھی اسی نسبت سے رکھا جاتا ہے۔ گو پاکستان بہت پہلے ایٹمی قوت بن چکا تھا مگر اس کا اظہار بوجہ نہ کیا جاسکا تھا۔ 11 مئی 1998ء کو جب بھارت نے ایٹمی دھماکہ کیا تو پاکستانی قوم نے بھی بڑے جوش و جذبہ سے مطالبہ کیا کہ پاکستان کو بھی بدلے میں ایٹم دھماکہ کرنا چاہئے۔ گویا بقول علامہ اقبالؒ

ہر عمل کے لئے ہے رد عمل

دہر میں نیش کا جواب ہے نیش

چنانچہ پاکستان نے بھی عالمی قوتوں کی سخت مخالفت کے باوجود 28 مئی 1998ء کو

ایٹمی دھماکہ کر دیا۔ اس حوالہ سے تو یہ دن اسی دن سے بلاشک و شبہ یوم تکبیر ہے ہی مگر اس نام سے مسلم قوم کے جذبات و احساسات کی صحیح ترجمانی اور عکاسی نہیں ہوئی۔ قوم کے جوش و خروش کے پیش نظر کوئی تو ایسا نام ہوتا جس سے رعب و دبدبہ کا اظہار ہوتا۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا ہے۔

سکھاؤ اقبال اب قاہری بھی

بہت کہہ چکے قصہ عاشقانہ

لہذا 28 مئی کو اگر یوم تشریب کا نام دے دیا جاتا تو شاید کچھ بات بن جاتی۔ تشریب (تشریب) کا لفظ سورہ یوسف میں آیا ہے۔ تمام قصہ کے بعد جب برادران یوسف شاہی دربار میں براجمان ہوئے تو وہ اپنے سابقہ کردار سے شرمندہ اور خائف تھے کہ نہ جانے ان کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ مگر حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ ”لا تشریب علیکم الیوم“ آج تم سے کوئی بدلہ نہ لیا جائے گا۔ اسی طرح فتح مکہ کے وقت رحمت عالم ﷺ نے سرداران قریش جو اپنی کرتوتوں سے خائف تھے سے مخاطب ہو کر فرمایا ”لا تشریب علیکم الیوم اذہبوا فانتم الطلقاء“ ”آج تم سے کوئی بدلہ نہ لیا جائے گا جاؤ تم سب آزاد ہو۔“ تشریب کے لفظی معنی ملامت کرنا۔ مواخذہ کرنا۔ بدلہ لینا کے ہیں انگریزی میں اس کا ترجمہ "Re-Tribution" یا "Revenge" کے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ بادی النظر میں قوم کا صرف یہی مطالبہ تھا کہ پاکستان کو بھی ایٹمی دھماکہ کر کے بھارت سے بدلہ لینا چاہئے۔ یوم تکبیر کا نام تو تب چچا تھا جب ہمارے بم کا نشانہ دشمن کے کسی خاص مقام کی طرف ہوتا۔ اپنے ہی گھر میں بیٹھ کر خالی خالی نعرہ تکبیر بلند کرنے سے کوئی بات بنتی نہیں۔ نعرہ تکبیر کے بعد دشمن پر ٹوٹ پڑنا تو ضروری ہوتا ہے۔ دشمن اپنی دھمکیوں سے صرف اس وقت باز آتا ہے جب وہ اپنے سامنے ایک ناقابل تسخیر جدید ترین اسلحہ سے لیس فوجی قوت دیکھتا ہے۔ پاکستان کی نیت نیک ہے اور اس کا مقصد خیر ہے۔ اسے کسی کی شرارت کا کوئی خوف نہیں وہ تو تسخیر نو میں مصروف ہے بقول علامہ اقبال

خوف شر کیوں ہو اگر خیر ہے مقصد تیرا

تیری تسخیر تو ابلیس کو لرزاں کر دے

یوم تکبیر کا نام اب مشتہر ہو چکا ہے۔ اخبارات میں کئی طرح سے اظہار خیالات ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ اسی نام میں برکت ڈالے اور دشمن کو ہمیشہ مرعوب رکھے آمین۔

دعا گو بندہ میاں محمد سعید شاد، 12 مئی 1999ء

کارگل کا بحران

واجب التکریم جناب میاں محمد نواز شریف صاحب وزیر اعظم پاکستان
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی؟

میری دعا ہے اللہ کریم موجودہ بحران سے بھی آپ کو کامیابی کے ساتھ نکال لے۔ ہر کام کے ساتھ انسان کی نیت شامل ہوتی ہے۔ آپ کی نیت نیک اور ملکی سلامتی اور بہتری کے لئے کچھ کرنے کی تھی مگر حالات کچھ کے کچھ ہو گئے جو بالآخر اللہ تعالیٰ کی مدد اور حبیب مکرم ﷺ کے صدقے درست ہو جائیں گے۔ اس وقت ایک بار پھر آپ کی توجہ اپنی کتاب ”والیان ملک اور ابلیس کا مکرو فریب“ کی طرف مبذول کرانے کی اشد ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔ جہاں قرآنی آیات کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ ”یہ ہنود، یہود اور نصاریٰ مسلمانوں سے ہرگز خوش نہ ہوں گے آپ ﷺ سے یہاں تک کہ آپ ان کے دین کی پیروی کرنے لگیں... الخ (سورہ نمبر 2 آیت نمبر 120) یہاں لفظ ولن قرضی...“ یعنی یہ ہرگز خوش نہ ہوں گے کا استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان واضح ارشادات کی موجودگی میں ان تینوں گروہوں سے کسی طرح کی بھلائی اور خیر کی توقع کرنا انتہائی نادانی ہے۔ جس کا مزہ آپ چکھ رہے ہیں۔ اچھے بھلے اپنے گھر بیٹھے تھے کہ خود امریکہ کے جال میں جا پھنسے۔ اسے کہتے ہیں کہ آئیل مجھے مار، امریکی صدر کی چالوں اور بھارتی وزیر اعظم کی مکاریوں سے کون واقف نہیں۔ آپ سیدھے سادے بھولے بھالے مسلمان پھر

شیطانی مکر و فریب میں آ گئے۔ بہت کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر اب صرف یہی عرض کروں گا کہ مذکورہ کتاب میں تحریر کردہ بارہ شیطانی مکر و فریب ص ایک بار پھر پڑھیں بلکہ بار بار پڑھیں اور ان کے مطابق اپنا محاسبہ فرمائیں۔ امریکہ نے بھارت سے ملی بھگت کر کے پاکستان کو ایک ایسے اندرونی بحران میں مبتلا کر دیا ہے جس سے نبرد آزما ہونے کیلئے اب غیر معمولی بصیرت، دانش متحمل مزاجی اور استقامت کی ضرورت ہے، اب بلا تاخیر پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلوائیں اور دفاعی کمیٹی کو اعتماد میں لیں۔ قوم کو بھی ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ اصل صورت حال سے آگاہ کریں۔ اس وقت قوم کے سامنے شملہ معاہدہ، تاشقند معاہدہ، اعلان لاہور اور اب واشنگٹن اعلامیہ ہیں۔ آپ بہادر ہیں، شیر ہیں۔ آپ کی قوم بہادر اور شیر ہے، آپ کی فوج مجاہد اور جان نثار ہے آپ کے پاس ایٹم بم ہے۔ پھر کاہے کا ڈر ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ کی نصرت اور نبی اکرم ﷺ کی نگاہ کرم آپ کے ساتھ ہے۔ اگر قوم کی نظروں میں آپ کی عزت گئی۔ وقار گیا اور اعتماد گیا تو یہ ایٹم بم، یہ افواج پاکستان کس کام کی ہیں؟ اس وقت صورت حال نہایت خطرناک اور نازک ہے قوم کے جذبہ جوش و جہاد کا ساتھ نہ دیا تو ملکی حالات کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔ اس وقت تک جو ہوا میڈیا اس کی تشریح و توضیح میں مصروف ہے۔ آپ بھی بخوبی واقف ہیں۔ آپ کو جو لوگ سب ٹھک بتا رہے ہیں اب ایسا ہرگز نہیں۔ آپ کی رعایا کے بیشتر لوگ جبر و استبداد کا شکار ہیں۔ خدا رکچھ انقلابی اقدام اٹھائیں۔ مذکورہ کتاب میں دی گئی تجاویز پر عمل کرائیں۔ آپ نے ان تجاویز کو سراہا بھی ہے۔ اپنے دستخطوں سے مجھے تعریفی خط بھی لکھا ہے مگر عمل ندارد! رب العالمین کی بارگاہ قدسیہ میں دست دعا دراز کر کے عجز و انکساری سے دعا کر رہا ہوں کہ آپ کو استقامت کے ساتھ ساتھ بصیرت اور بصارت بھی عطا ہو۔ آمین۔

حضرت قائد اعظم نے 17 اکتوبر 1947ء کو عید کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا تھا:

”خدا جن سے محبت کرتا ہے ان کو امتحان اور آزمائش میں بھی ڈالتا ہے۔“

دعا گو بندہ میاں محمد سعید شاد، (6 جولائی 1999ء)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

9 ماہ کی کارکردگی ایک جائزہ رپورٹ

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارترقیاتی

الکرسی للہ کرسی اقتدار صرف اللہ ہی کیلئے ہے۔

مملکت خداداد پاکستان ہر نعمت خداوندی سے مالا مال ہے مگر بد قسمتی یہ ہے کہ جب سے یہ معرض وجود میں آیا ہے شیطانی مکر و فریب کے جال میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ اصلاح و احوال کی کوئی صورت بن نظر نہیں آتی ہے۔ ہر آئے دن کوئی نہ کوئی بحران پیدا ہوتا رہتا ہے اور پھر بڑی بد قسمتی یہ ہے کہ ارباب بست و کشاد ہوشمندی کا ثبوت نہیں دیتے۔ والیان ملک اور صاحبان اختیار و اقتدار ذاتی ضد اور انا پرملکی مفاد کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ باہمی آویزش اور چپقلش میں اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں ضائع کر دیتے ہیں جس کسی کو بھی کرسی اقتدار ملی وہی اس سے چمٹ گیا۔ پھر آن یا جان گئی سو گئی کرسی چھوڑنے کا نام نہ لیا۔ گویا دنیا میں جہاں کہیں بھی دنگ و فساد، قتل و غارت، تباہی و بربادی ہوئی اس کی اصل وجہ یہ کرسی ہی بنی۔ مگر اقتدار دائمی نہیں۔ کرسی کو تو پھر بھی دوام ہے۔ کرسی کا ذکر تو قرآن پاک میں بھی ہے۔ آیت الکرسی سے کون واقف نہیں۔ رد بلا اور حصول خیر و برکت کیلئے اس کا ورد کیا جاتا ہے۔ **وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ** یعنی سمارکھا ہے اللہ کی کرسی نے آسمانوں اور زمینوں کو۔ گویا کرسی یعنی دائمی اقتدار صرف اور صرف اللہ ہی کیلئے ہے۔ گویا بقا اور دوام صرف اللہ ہی کی کرسی کو ہے۔ جیسے اللہ حی قیوم ہے۔ زمین و آسمان میں صرف اسی کی کرسی کو دوام ہے۔

کرسی بس ایک ارض و سما میں ہے پائیدار۔ باقی ہر ایک کرسی منور ہے نا تو اں

(پروفیسر محمد منور)

دنیا کی کرسی صاحب کرسی کی طرح کمزور اور فانی ہے۔ یہی وہ کرسی ہے جس پر جلوہ افروز

ہو کر حکمران امور سلطنت چلاتے ہیں۔ جاہ و حشمت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس موقع پر شیطان انہیں سلجھاتا ہے کہ بس اب اس کرسی کو مضبوطی سے تھام لے۔ اب رعب اور ہیبت درکار ہے۔ پھر حکمرانوں کو ایسا گمراہ کراتا ہے کہ ان کے سامنے مخلوق خدا مظلوم بن کر رہ جاتی ہے۔ جو روجبر کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ اندرونی سازشوں کا چکر چلنا شروع ہو جاتا ہے۔ کرسی پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کیلئے ہر حیلہ اور چارہ جوئی کی جاتی ہے مگر لمحہ بہ لمحہ اس کی گرفت کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہے اور بالآخر ذلیل و خوار ہو کر کرسی سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات تختہ دار پر بھی چڑھ جاتا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ آیت نمبر 16, 17 ”اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہلاک کر دیں کسی بستی کو (اس کے گناہوں کے باعث) تو ”پہلے“ ہم (نبیوں کے ذریعہ) وہاں کے رئیسوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں مگر وہ (الٹا) نافرمانی کرنے لگتے ہیں اس میں۔ پس واجب ہو جاتا ہے ان پر (عذاب کا) فرمان۔ پھر ہم اس بستی کو جڑ سے اکھڑ کر رکھ دیتے ہیں اور کتنی قومیں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا ہے۔ نوح کے بعد اور آپ کا پروردگار اپنے بندوں سے اچھی طرح باخبر ہے (اور انہیں) خوب دیکھنے والا ہے۔“ یعنی جب کوئی بستی گناہوں اور بدکاریوں کا اکھاڑا بن جاتی ہے تو اسی وقت اس کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجا دی جاتی بلکہ پہلے انہیں سمجھانے اور راہ راست پر لانے کیلئے ان کے پاس رسول بھیجے جاتے ہیں جو انہیں احکام الہی پر کار بند ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ خصوصاً وہاں کے بااقتدار طبقہ کو سمجھانے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کی اصلاح سے سارا گاؤں اصلاح یافتہ ہو جائے لیکن وہ اس پند و نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ اپنی پوری کج فہمی کے باعث اسے ذاتی وقار کا مسئلہ بنا کر اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی بڑھ چڑھ کر مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت عذاب کی بجلی کوندتی ہے اور ان کی خرم حیات کو جلا کر رکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔“

بادشاہوں کے عروج و زوال کی عبرتناک داستانوں سے کون واقف نہیں۔ انہوں نے اپنی کرسی پر دائمی گرفت قائم رکھنے کیلئے نہ جانے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک

نظام ہے۔ اللہ بخش دیتا ہے ملک جسے چاہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہتا ہے۔ گویا

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے

حکمران ہے اک وہی باقی بتاں آذری

پاکستان کے حکمران بھی پچھلے پچاس سالوں میں اپنی اپنی کرسی بچانے میں نہ جانے کتنے مکرو فریب کر چکے ہوں گے۔ مگر اکثر اپنی جان بھی گنوا بیٹھے۔ بھٹو مرحوم نے اپنی کرسی پر گرفت مضبوط کرنے کیلئے لاکھ جتن کیے ہوں گے مگر بالآخر اپنی جاں بھی گنوا بیٹھے۔ اسی کشمکش میں انہوں نے ایک بڑی جذباتی تقریر فرمائی تھی اور اسی جوش خطابت میں اٹھ کر کرسی کی پشت میں آگئے اور اسے تھپ تھپاتے ہوئے فرمانے لگے۔ میری یہ کرسی بڑی مضبوط ہے اس سے چند ماہ بعد ہی بیچارے تختہ دار پر چڑھ گئے۔ اس طرح کے عبرتناک واقعات سے دنیا کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ شیطان مردود کی دشمنی ازل سے اولاد آدم سے مسلمہ ہے اس کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ انسانوں کے اندر بدگمانی، دنگا و فساد ڈلو اتارے۔ بالخصوص اس کی توجہ حکمرانوں اور ارباب بست و کشاد کو راہ راست سے بھٹکانے اور ان کے ذریعہ وسیع تر تباہی و بربادی برپا کرنے پر مرکوز رہتی ہے۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ طرح کے شیطانی مکرو فریب بتائے جن کے ذریعہ ابلیس بالعموم حکمرانوں کو گمراہ کر کے اقتدار سے محروم کر دیتا ہے۔ اس کی وضاحت بندہ نے اپنی کتاب ”والیان ملک اور ابلیس کا مکرو فریب“ میں کر دی ہے۔ یہ کتاب آپ کی خدمت میں پہلے ہی ارسال کر چکا ہوں۔ یہی وہ شیطانی مکرو فریب ہیں جو انسانوں کی شکل میں آج کل حکومت عدلیہ تنازع کا سبب بن چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے کاروبار حکومت پر منفی اثرات پڑ رہے ہیں اور عوام میں بے چینی اضطراب اور ایک طرح کی اداسی اور مایوسی پیدا ہو رہی ہے۔ اے کاش ہمارے قائد محترم، امام صاحب کے بتائے ہوئے مکرو فریب جان لیتے تو حالات یہاں تک خراب نہ ہوتے مگر افسوس کہ ہم غریبوں اور غیر معروف بندگان خدا کے پر خلوص مشورے اور تحریریں پڑھنے کی فرصت ہی کب ملتی ہے آپ کے

قرب و جوار میں مشیروں اور صلاح کاروں کی ایسی ایسی مشہور شخصیات ہوتی ہیں جو اپنے علم و فن کے زعم میں نت نئی نئی تجاویز دیتے ہیں جو دراصل دینی علم پر مبنی نہیں ہوتیں پھر خیر و برکت کہاں؟ انجام بد ہی نکلتا ہے اس سے معاملات سلجھنے کی بجائے مزید الجھ جاتے ہیں۔

اللہ کریم ہمیں درد مند دل رکھنے والے دیندار با کردار اور صالح مشیر عطا کریں۔ آمین

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ”تلسیس ابلیس“ کے بعد مجھے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ”منہاج العابدین“ کے مطالعہ کا موقع ملا۔ آپ نے بھی شیطانی مکر و فریب کے متعلق نہایت مفید اور کارآمد معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ شیطان کے مکر و فریب کس طرح سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا شیطان کے مکر و فریب کئی طرح کے ہیں اول تو اس کے ”وسوسے“ ہیں جو اس کے تیر ہیں جن کے ذریعہ وہ لوگوں کے قلوب مجروح کرتا ہے۔ دوسری چیز اس کے حیلے ہیں جو بمنزلہ جال کے ہیں جن سے لوگوں کے دلوں کو پھانتا ہے۔ پھر فرمایا اے عزیز! جو وسواس اور خطرات آتے ہیں ان کی اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہے جو اسے نیکیوں کا الہام کرتا ہے اس فرشتہ کو ”ملہم“ کہتے ہیں اور اس کی دعوت کو الہام۔ اس کے مقابلے میں خدا کی طرف سے ایک شیطان مسلط کر دیا گیا ہے جو برائی کی طرف بلاتا ہے۔ اس شیطان کو ”وسواس“ اور اس کی دعوت کو ”وسوسہ“ کہتے ہیں۔ ملہم انسانوں کو ہمیشہ نیکیوں کی طرف بلاتا ہے اور وسواس صرف برائیوں کی طرف۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کے شیخ نے فرمایا کہ شیطان بسا اوقات بظاہر نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے حالانکہ یہاں بھی اس کا مقصد برائی ہی کی طرف لگانا ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ بڑی نیکی کی بجائے چھوٹی نیکی کی طرف بلاتا ہے۔ پھر فرمایا ایک شے اور بھی حق تعالیٰ نے انسان کی طبیعت میں رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر قسم کی شہوت اور لذت کی طرف مائل ہو جاتا ہے چاہے جائز ہو یا ناجائز اس تیسری چیز کا نام ”خواہش نفس“ ہے جو انسان کو آفات میں مبتلا کرتی ہے۔ آگے فرمایا، خواطر (خطرہ کی جمع) بمعنی اضطراب ہے چونکہ یہ بھی دل میں کبھی آتا ہے اور کبھی جاتا

ہے جس طرح ہوا آتی جاتی ہے اس آنے جانے ہی کو اضطراب کہتے ہیں۔
خواطر کی چار قسمیں ہیں۔

1- پہلے جو شروع میں اللہ کی طرف سے انسان کے قلب میں پیدا ہوتے ہیں ان کو صرف ”خواطر“ کہتے ہیں۔

2- دوسرے جو انسانی طبیعت کے موافق قلب میں پیدا ہوتے ہیں ان کو ”ہوائے نفس“ کہتے ہیں۔

3- تیسرے وہ جو ملہم فرشتہ کی دعوت کے ذریعہ حق تعالیٰ کی جانب سے دل میں پیدا ہوتے ہیں انہیں الہام کہا جاتا ہے۔

4- چوتھے وہ جو شیطانی دعوت سے قلب انسانی میں آتے ہیں انہیں وسوسہ کہا جاتا ہے اور انہیں شیطانی خطرات کہتے ہیں۔

اب انسان کو یہ معلوم ہونا چاہئے جو خطرہ بلا واسطہ رب تعالیٰ کی جانب سے ابتداً دل میں آتا ہے وہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ کبھی خیر اور کبھی شر۔ خیر تو اکرام و اتمام حجت کیلئے ہوتا ہے اور شر آزمائش اور مشقت میں ڈالنے کیلئے۔ خطرہ، خیر اور شر کے درمیان کیا فرق ہے؟ خطرہ جو قلب میں آئے تو اس کا میزان شرع سے موازنہ کیا جائے اگر اصول شریعت کے موافق ہو تو خطرہ درست اور صحیح ہے۔ اگر نفس اس سے طبعاً نفرت کرے۔ کسی خارجی خوف اور ڈر کے باعث نفرت نہ کرے تو وہ خیر ہے۔ اگر قلب میں آنے والا خطرہ ایسا ہو کہ نفس اپنی طبیعت اور سرشت کے اعتبار سے اس کی طرف مائل ہو اللہ تعالیٰ سے کسی امید یا ترغیب کی بنا پر مائل نہ ہو تو وہ خطرہ شر ہے اور جو خطرہ و خیال ملہم کی جانب سے ہوتا ہے وہ ہمیشہ خیر ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ ملہم کو صرف نصیحت ہی کے واسطے مقرر کیا گیا ہے۔ ملہم فرشتہ ہے جو دل پر مقرر کیا گیا ہے۔ لہذا جو خیال ملہم فرشتہ کی دعوت کے ذریعہ حق تعالیٰ کی جانب سے پیدا ہوتا ہے انہیں الہام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پھر جو خطرہ شیطان کی جانب سے ہوتا ہے وہ برا ہی ہوتا ہے تاکہ بندہ اس کے ذریعہ گمراہی میں مبتلا ہو اور راہ حق سے پھسلے کبھی دھوکے

میں ڈالنے کی غرض سے بظاہر نیک بھی ہوتا ہے۔ دراصل شیطان بھیڑے کی مانند ہوتا ہے اگر تم اس کو ایک جانب سے روکو تو دوسری طرف سے آگھستا ہے اور جو خطرہ قلب میں ہوائے نفس سے پیدا ہوتا ہے اسے وسوسہ کہا جاتا ہے یہ فضول روی اور بری چیزوں کے متعلق ہوتا ہے تاکہ بندہ امر خیر سے رکا رہے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ ہوائے نفس چیتے کی مانند ہے جب تک اسے سخت شکست نہ دی جائے اور اس کے ساتھ شدت کا معاملہ نہ کیا جائے مغلوب و مرعوب نہ ہوگی۔ بصیرت کا مطلب یہ ہے کہ اس ارادے میں غور و تامل کرنے کہ اچھا اور خیر ہے یا کہ برا ہے اور آخرت میں اس پر ثواب ملنے کی امید ہے یا نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ابلیس بندے کو مندرجہ ذیل سات قسم کے دھوکوں سے گمراہ کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے:

1- عبادات و طاعات سے روکتا ہے۔

2- پھر کہتا ہے چلو آج رہنے دو یہ کام کل کر لینا۔

3- یا کہتا ہے اچھا عبادت جلدی جلدی کر لو تاکہ فلاں کام کیلئے فارغ ہو سکو۔

4- اگر یہاں بھی کامیاب نہ ہو تو ریا میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

5- اگر یہ تیز بھی کامیاب نہ ہو تو پھر عجب (تکبر و غرور) میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

6- اگر ابلیس کے یہ تمام داؤد کامیاب نہ ہوں تو پھر ایک چھٹے راستے سے آتا ہے کہ اے نیک

بند۔! تو لوگوں سے پوشیدہ نیک اعمال میں کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بخود تیرے

اعمال خیر کو لوگوں میں مشہور کر دے گا یا مشہور کر دے گا۔ یعنی یوں بندے کو ریا میں مبتلا کرنا

ہوتا ہے۔

7- اب بھی اگر ابلیس کامیاب نہ ہو تو پھر ایک آخری داؤد لگاتا ہے کہ انسان کے نیک و بد

ہونے کے متعلق روز ازل میں فیصلہ ہو چکا ہے جو اس روز بروں میں ہو گیا ہے وہ برا ہی

رہے گا اور جو اچھوں میں ہو گیا تو وہ اچھا ہی رہے گا۔ تمہارے اعمال نیک و بد سے فیصلہ

ازل سے ہرگز فرق نہ آئے گا۔ ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ بندے کا معاملہ کتنا نازک

اور اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمہ وقت دعا کناں رہنا چاہئے کہ ابلیس کے مکر و فریب سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

اگر کسی کو یہ خیال آئے کہ آ جا کر میرا موضوع صرف شیطانی مکر و فریب بتانا ہی کیوں ضروری ہے۔ پہلے امام ابن الجوزی کے ارشادات اور اب امام غزالی کے بتائے ہوئے شیطانی مکر و فریب کو موضوع بنا لیا ہے تو بات دراصل یہ ہے کہ شیطان اور آدم اور اولاد آدم کے مابین روز ازل ہی سے دشمنی جاری ہے۔ ابلیس نے شروع دن ہی کہہ دیا تھا کہ میں آدم اور اس کی اولاد کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ وہ اپنے اس دعوے میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوا اور اس نے اپنے ہتھکنڈوں اور چالوں سے ایک کثیر مخلوق کو راہ ہدایت سے بھٹکا دیا۔ البتہ خدا تعالیٰ کے نیک اور مخلص بندے جن کو اللہ نے توفیق دی وہ اس کے جال میں پھنسنے سے بچ گئے۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے: ترجمہ: اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا خیال سچا کر دکھایا کہ مومنوں کی ایک جماعت کے سوا وہ سب اس کے پیچھے چل پڑے۔ (سورہ سباء 20)

شیطان کا ایک بڑا حربہ اور اس کا آزمایا ہوا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر شخص کی نفسیات کے مطابق چالیں اختیار کرتا ہے۔ علماء کو ایک طریقہ سے زاہدوں، عابدوں اور صوفیوں کو دوسرے طریقہ سے۔ حکمرانوں اور صاحبان اختیار و اقتدار (بیورو کریٹس) کو کسی اور طریقہ سے اور عوام کو کسی اور ہی طریقہ سے گمراہ کرتا ہے۔ پھر ہر زمانہ میں اس کی چالیں بدلتی رہتی ہیں اور ہر دور میں وہ نئے نئے روپ بھروپ بدل کر آتا ہے اور فرزند آدم کو اپنے پھندوں میں پھنساتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی چال یہ ہے کہ وہ انسان کا دوست بن کر اور اس کا ہمدرد و خیر خواہ ظاہر کر کے اس کو گمراہی کے گڑھے میں گراتا ہے اور انسان کو اس کی دشمنی اور اپنی تباہی کا بعد میں پتہ چلتا ہے، بلکہ اکثر اوقات تو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا اور شیطان اس طرح اس کا غمگسار اور ہمدرد بنا رہتا ہے اور وہی بات کہتا ہے جو اس نے آدم اور حوا سے قسم کھا کر کہی تھی کہ **إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ** یعنی میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں۔ بسا اوقات

یہ والیان ملک کووزیروں اور مشیروں کے روپ میں گمراہ کراتا ہے۔ اس لیے داناؤں کا قول ہے کہ جتنے منہ اتنی باتیں یعنی جتنے صلاح کار زیادہ ہوں گے حکمران کے گمراہ ہونے کے اتنے ہی زیادہ امکان ہوں گے۔

شیطان جیسے مکار دشمن کی فتنہ سامانیوں اور تباہ کاریوں سے بچنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ اس کی اصل فطرت و سیاست سے واقفیت حاصل کی جائے اس کے مخفی ہتھکنڈوں اور چھپی چالوں سے باخبر رہا جائے۔ انسانی تاریخ میں اس نے جن لوگوں کو اپنے مکر و فریب سے بہکا کر تباہ کیا ہے اس کا علم حاصل کیا جائے اور ان کے انجام سے عبرت لی جائے۔ اپنے دشمن کو صحیح طور پر پہچاننا اور چال بازیوں سے آگاہ ہونا ہی دراصل بچاؤ کی صورت ہے۔ حالیہ حکومت عدلیہ تنازع کا صرف ایک واقعہ پیش کرنا چاہوں گا قائد محترم نے ایڈنبرا (برطانیہ) جانے سے قبل یہ تنازع تقریباً ختم کر لیا تھا مگر ابھی وہ بیچارے جہاز میں سوار بھی نہیں ہو پائے تھے کہ بعض مشیروں نے خوف دلوایا کہ ان سات ”دوستوں“ کا کیا بنے گا جنہوں نے ہمارا ساتھ دیا تھا۔ بس پھر نقشہ ہی بدل گیا اور بعد میں جو کچھ ہوا اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ ایک گھر کا سربراہ بھی بمنزلہ وزیراعظم ہوتا ہے۔ کسی خاندانی تنازع میں اکثریت کی رائے ایک طرف ہو تو سربراہ کو اسے تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے ورنہ گھریلو امن و امان تباہ ہو کر رہ جائے گا۔

اندریں حالات امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون بعنوان شیطانی مکر و فریب کو یہاں بیان کرنے کا اصل مقصد صرف یہی ہے کہ ہمارے قائد کو جب کبھی کوئی ایسی مشکل پیش آئے تو امام کے بتائے ہوئے ان اصولوں سے رہنمائی حاصل کر لیا کریں۔

اس خط کی وساطت سے اپنے قائد محترم کو خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ اس نومہ ماہ کے عرصہ میں حکومت کی کارکردگی سے عوام بالکل مطمئن نہیں۔ ملک میں کرپشن، بد نظمی، مہنگائی انتشار اور اضطراب کا دور دورہ ہے۔ اس لیے حکومت کے ارد گردارباب بست و کشاد کو پہلے سے کہیں زیادہ توجہ اور محنت کی ضرورت ہے۔ عدم استحکام کی موجودہ صورت حال کو بلا تاخیر

بدلنے کی اشد ضرورت ہے۔ مندرجہ ذیل امور کی طرف خصوصی توجہ دینا اور دھیان کرنا ہوگا۔ موجودہ نازک وقت کا یہی اہم تقاضا ہے۔ اگر کوئی بات بار خاطر ہو تو اس سے صرف نظر کر لینا۔ اس وقت میرا اپنا حال یہ ہے کہ

رکھو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف

آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

اس وقت حکومت کے متعلق عوام میں جو تاثرات پائے جاتے ہیں ان کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا اور ساتھ ساتھ اصلاح و احوال کیلئے کچھ تجاویز بھی دوں گا۔

بے مثال انتخابی مینڈیٹ کے بعد

جناب میاں صاحب کے سابق دور حکومت بطور وزیر اعلیٰ پنجاب اور پھر وزیر اعظم پاکستان کی کارکردگی سے عوام مطمئن تھے۔ لوگ پر امید تھے کہ اب بھی ان کی تمام مشکلات حل ہو جائیں گی مگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ آج کی صورت حال یہ ہے کہ پاکستان کا بچہ بچہ مہنگائی کے ہاتھوں عاجز آچکا ہے۔ کاروبار بند ہیں۔ عام دکاندار سے لے کر بڑے دکاندار تک اور مینوفیکچررز سے لے کر جنرل سٹور والوں تک۔ گویا زندگی کے ہر شعبہ میں عدم اطمینان کی کیفیت پیدا ہو رہی ہے اور وہ تمام کا تمام مینڈیٹ موجودہ حکومت کے خلاف ہو رہا ہے۔ امن و امان کی صورت نہایت ابتر ہے۔

نجکاری

ہزاروں کی تعداد میں روزگار لوگ بے روزگار ہو رہے ہیں۔ بے روزگار لوگ تخریب کاری اور دہشت گردی نہ کریں گے تو اور کیا کریں گے؟ موجودہ نظام کی اصلاح کر کے آؤٹ پٹ (Output) بڑھانی چاہئے۔ ہر یونٹ کو نفع بخش بنانے کیلئے انقلابی کارروائی کرنی چاہئے۔

ڈاؤن سائزنگ

نجکاری کے بعد اب سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں تخفیف عملہ کی جارہی ہے جس

سے ملازمین میں بددلی اور موجودہ حکومت کے خلاف نفرت کے احساسات پیدا ہو رہے ہیں۔ بے روزگاروں کا ایک ایسا طوفان اٹھے گا جس کا مقابلہ کرنا ناممکن ہوگا۔ اگر یہ قدم اٹھانا گزیر ہے تو ملازمین کیلئے متبادل روزگار کا قبل از وقت بندوبست ہونا چاہئے۔

گولڈن ہینڈ شیک

اس سکیم سے بھی لوگ ناخوش ہیں۔ چند سکوں کے عوض روزگار سے محروم ہونا اور آگے کوئی باعزت ذریعہ روزگار نہ ملنے کئی طرح کی گھریلو پریشانیاں پیدا ہو رہی ہیں اس کا دوسرا بڑا نقصان یہ ہوگا کہ نیک تجربہ کار اور مستعد ملازمین کے چلے جانے سے دفتری کارکردگی بہت بری طرح سے متاثر ہوگی۔ دفاتر میں پہلے ہی نااہل ملازمین بکثرت پائے جاتے ہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے ایسے لوگ بعد میں پچھتاتے ہیں۔ وہ رقم تو چند ماہ بعد ہی ادھر ادھر ہو جاتی ہے پھر مایوسی اٹھ آتی ہے۔ نااہل راشی، بددیانت تخریب کار کبھی دفتر نہ چھوڑیں گے۔

آئی ایم ایف کا عفریت

مانا کہ ہمارا ملک امریکہ کا مقروض ہے۔ کاروبار مملکت کو چلانے کیلئے اور پچھلے قرضے چکا کرنے قرضے لینا گزیر ہوگا۔ مگر ہر گھر والا اپنے گھر کا سربراہ بمنزلہ وزیراعظم ہوتا ہے۔ اگر اسے مالی دشواری سے سابقہ پڑ جائے تو کیا وہ اپنا گھر یا اپنے گھر کے تمام اثاثے بلکہ گھر بھی نیلام کر دے اور خود اہل خانہ کے ساتھ خانہ بدوش ہو جائے یا اسے گھر کو بچانے کیلئے کوئی ٹھوس حکمت عملی اور منصوبہ بندی کرنی چاہئے؟ تمام غیر ضروری اخراجات یکسر ختم کر دینے چاہئیں۔ فضول خرچی اور عیش و عشرت والے تمام سامان ترک کر دینے چاہئیں۔ قرض لے لے کر پہلا قرض اتارنا اور خود ہر وقت مقروض رہنے میں کہاں کی دانشمندی ہوگی؟ گاڑی، موٹر سائیکل کی بجائے سائیکل یا پیدل سوار ہو جانا چاہئے۔ گھر کے ہر فرد کو تمام غیر ضروری اخراجات ختم کر کے سربراہ خانہ کی مالی مدد کرنی چاہیے۔ یہ ہے باعزت طریقہ گھر کی عزت کو بچانے کا۔ ہماری حکومت کا تو یہ حال ہے کہ آئی ایم ایف یا دیگر قرض خواہ اداروں کا قرض اتارنے کیلئے نئے قرضے لیتے ہیں۔ بینک کی ٹرم میں شاید اسے

"Re-schedule" کہتے ہیں۔ قرض اتارنے کیلئے بینک، ملیں، صنعتیں، اہم ادارے، سرکاری زمینیں عمارات موٹریں تک نیلام ہو رہی ہیں۔ کہیں نجکاری ہو رہی ہے کہیں ڈاؤن سائزنگ کر کے روزگاروں کو بیروزگار کر کے اپنے خلاف کیا جا رہا ہے۔ اس طرح ہم کبھی قرضوں سے نجات حاصل نہیں کر سکتے اور ہم آزادانہ باعزت زندگی بھی نہیں گزار سکتے۔ محترمی جناب وزیراعظم صاحب اگر اب بھی کثیر مقدار میں حصول مینڈیٹ کے بعد کوئی انقلابی قدم نہ اٹھایا گیا تو پھر یہ موقعہ کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔ ہمارا ملک بدستور غیر ممالک کے ہاں اسی طرح گروی رہے گا۔ ہم محض مادھو کا بت بنے رہیں گے۔ ہمارا بال بال بیرونی قرضوں میں جکڑا ہوا ہے مگر ہم نے اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے انقلابی اقدام اٹھانے کی ضرورت کو کبھی محسوس نہیں کیا۔ چند ایک تجاویز پیش ہیں بظاہر یہ ایک مجذوب کی بڑ سمجھیں یا بیوقوفی اور ناتجربہ کاری سمجھیں مگر ایک بات یاد رکھیں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار بھی نہیں۔ نجکاری کرنی ہی ہے تو ایسے اداروں کی کریں جہاں سے کثیر مال ملے اور کارکن بھی متاثر نہ ہوں۔ ایوان صدر، وزیراعظم ہاؤس، چیف منسٹر ہاؤسز، گورنر ہاؤسز دیگر اسی نوع کے محلات کو بذریعہ نیلا عام فروخت کر دیا جائے۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق امسال ایوان صدر پر ایک ارب 35 کروڑ، وزیراعظم ہاؤس پر ایک ارب اور وزیراعظم سیکرٹریٹ پر ایک ارب 80 کروڑ روپے خرچ کیے گئے ہیں اور یہ عرصہ دراز سے جاری ہے۔ یوں کھربوں روپیہ فضول خرچ کیا جا رہا ہے۔ ایک طرف تو ہماری حکومت آئی ایم ایف کے مقروض ہونے کا رونا روتی ہیں اور دوسری طرف ایسی عیاشیاں اور فضول خرچیاں کرتی ہے۔ ہم رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے طرز حکومت کو آخر کیوں نہیں اپناتے؟ اس لیے آج وقت کا اہم تقاضا ہے کہ ایسے تمام ادارے مرکز میں شاہ فیصل مسجد میں منتقل کر دیئے جائیں اور ایسے تمام اداروں کی نجکاری کر دی جائے اور نجلی سطح پر بھی مساجد میں ڈیرے ڈال لیے جائیں۔ خود حضور نبی اکرم ﷺ کی مثال ہمارے سامنے ہے کثیر فتوحات کے بعد بھی مسجد نبویؐ ہی سے تمام فیصلے صادر ہوتے رہے۔ ہم ایسا کیوں نہیں

کر سکتے؟ اس سادگی اور طرز عمل کو غیر لوگ طعنہ و تشنیع کی بجائے حیرت اور تعجب کی نظر سے دیکھیں گے۔ یوں کھر بوں روپیہ ملے گا اور قرض اتر جائیگا۔ کاروں کی درآمد بند کر دی جائے۔ سائیکل کا استعمال حکماً کرایا جائے۔ پٹرول کی بچت کی جائے۔ سامان آرائش و تعیش کی درآمد بند کر دی جائے۔ بلکہ طرز حکومت میں بھی انقلابی تبدیلیاں لانی موجودہ وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔ قصر صدارت کے اخراجات کم ہونے چاہئیں۔ ایوان بالا ایوان زیریں کی کیا ضرورت ہے؟ ہمیں پوری نیک نیتی اور خلوص دل سے حضور نبی اکرم ﷺ کے طرز حکومت کو اپنانا چاہیے۔ مرکز میں وزیر اعظم کے ساتھ چند دیندار، صحت مند مشیر ہوں۔ اسی طرح صوبوں میں ہو۔ یہ صدر اور گورنر جنہیں آپ خود منتخب کر کے اپنے سر پر بٹھا کر پھر مداری کا تماشا دیکھتے ہیں اس سے ملک و ملت کی کوئی خدمت ہوتی ہے۔ صوبوں میں تمام گورنرز ایک نمائشی انسٹرومنٹس ہیں۔ تمام گورنر اور وزراء اعلیٰ ہاؤسز کی نجکاری کی جائے تو اربوں روپیہ مل سکتا ہے۔ جناب میاں صاحب! یوں عوام میں آپ کو ایک غیر معمولی مقبولیت ملے گی اور آپ کا نام تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائیگا۔ اس کے علاوہ ملک میں تقریباً 4 کروڑ غیر کاشتہ سرکاری اراضی پڑی ہوئی ہے۔ یہ زمین مالکانہ حقوق کی بنیاد پر نیلام کر دیں ہمیں روپیہ بھی ملے گا۔ بے روزگاری بھی ختم ہوگی اور زرعی اجناس کے اعتبار سے ہم خود کفیل بھی ہوں گے۔ حیرانگی کی بات ہے کہ ایسے انقلابی قدم کیوں نہیں اٹھائے جاتے۔ محترمی جناب میاں صاحب! اللہ تعالیٰ نے آپ کو یونہی ملک پاکستان کا وزیر اعظم نہیں بنا دیا۔ یقیناً آپ سے خاص انقلابی تبدیلیاں کرانی مقصود ہیں۔ آپ کو حسن و جمال دیا۔ صحت و تندرستی دی۔ ایمانی قوت دی۔ عزت و وقار دیا کیا یہ عطیات خداوندی محض رایگاں جائیں گے؟ نہیں! نہیں! میاں صاحب!!! اب آپ کو تمام شیطانی قوتیں پامال کر دینی چاہئیں۔ اگر آپ کا مقصد خیر ہوگا..... اور یقیناً ہے تو ابلیس لعین کے تمام مکر و فریب بے اثر ہو کر رہ جائیں گے۔

خوف شر کیوں ہو اگر خیر ہے مقصد تیرا
تیری تسخیر نو ابلیس کو لرزاں کر دے
(اقبال)

جناب میاں صاحب! آج ملک میں صدر آپ کا ہے اور باقی ادارے بھی اللہ کے فضل و کرم سے آپ کے مددگار و معاون ہیں۔ ایسی خوش کن اور مددگار صورت حال پھر شاید کبھی پیدا نہ ہو۔ یہ بات تو میں نے اداروں کے متعلق کہی ہے۔ عوام کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے ایک خاص قسم کی عزت کا مقام عطا فرمایا ہے۔ بالخصوص طبقہ نسواں تو آپ کا بے حد مداح ہے۔ اگر آج آپ اعلان فرمائیں کہ ملک کو بیرونی قرضوں سے نجات دلوانے کیلئے خواتین اپنی جمع پونجی اور زیور دے دیں تو مجھے یقین ہے منوں ٹنوں سونا آپ کے قدموں میں نچھاور ہو جائے گا۔

سونا اس کے قدموں میں نچھاور ہو جائے گا

ایک اخباری رپورٹ کے مطابق پاکستان بزنس فورم نے ملکی و غیر ملکی قرضوں سے نجات حاصل کرنے کیلئے سرکاری املاک اور اراضی تارکین وطن پاکستانیوں کو فروخت کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ غیر ممالک میں مقیم پاکستانیوں کے پاس 65 ارب ڈالر کے قریب سرمایہ ہے اور وہ اپنے آبائی ملک میں سرمایہ کاری کیلئے تیار بھی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت تارکین وطن کا اعتماد حاصل کرے۔ فورم نے مزید کہا ہے کہ حکومت سرکاری املاک کی قیمت اخبارات میں شائع کرے اور مقررہ قیمت سے 20 فیصد اضافی قیمت کی بولی دینے والے کو سرکاری اراضی و املاک فروخت کر دی جائیں۔

بیورو کریٹس

ان کی تذلیل اور رسوائی جتنی موجودہ دور حکومت میں ہو رہی ہے اتنی کبھی کسی سابق حکومت کے دور میں نہیں ہوئی۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اخبارات میں ایسی خبریں ہر آئے دن شائع ہوتی رہتی ہیں۔ حکومت کو احساس ہونا چاہئے کہ ان کی تمام

پالیسیوں کا نفاذ انہی افسران نے کرنا ہے۔ اگر یہ افسر خوش دل نہ ہوں گے تو حکومت کی تمام پالیسیاں فیل ہو کر رہ جائیں گی۔ سی ایس پی، انجینئرز، ڈاکٹرز وغیرہ افسران غیر معمولی طور پر ذہین و فطین ہوتے ہیں۔ ان کے علم، تجربہ اور فن سے گورنمنٹ کو ہر طرح کی حکمت عملی سے مستفید ہونا چاہئے۔ تمام افسران کرپٹ نہیں ہوتے۔ ان کی عزت نفس اور وقار کا خیال رکھنا گورنمنٹ کا فرض ہے۔ جس طرح وزیروں مشیروں سے جناب وزیر اعظم صاحب میٹنگ کرتے ہیں۔ مہینہ میں ایک بار باری باری ہر شعبہ کے افسران اور عملہ کو چائے پر بلا کر ان سے بھی مشورے کرنے چاہئیں۔ کچھ ان کی سینس کچھ اپنی سنائیں۔ پھر ”خوشدل مزدور کنا کار بیش“ والی بات ہو جائے گی۔ ان کا حکومت پر اعتماد بڑھے گا۔ ان کی ضروریات زندگی کو موجودہ مہنگائی کے دور میں پوری کرنے کا خاطر خواہ بندوبست کرنا چاہئے تاکہ کرپشن کی انہیں ضرورت ہی نہ پڑے۔

دفتری نظام کی اصلاح

دفتری اور عدالتی نظام میں فرسودہ اور از کار رفتہ طریق کار کو آسان اور سہل الحصول بنایا جائے۔ آج تک برٹش گورنمنٹ کے انڈیا ایکٹ 1935ء کے پروفارمے اور طریقے رائج ہیں۔ ان کی جگہ آسان قوانین و ضوابط رائج کیے جائیں جس سے عوام کی مشکلات دور ہونگی۔ عدالتوں اور دفاتروں پر غیر ضروری بوجھ کم ہوگا۔ دونوں طرف امن و سکون ہوگا۔ اگر آپ یہ کام کرائیں تو عوام کی بے پناہ مشکلات ختم ہو جائیں گی۔ اس ضمن میں ایک کمیٹی بنائی جائے جو فرسودہ اور مشکل قوانین کی جگہ آسان قوانین تجویز کرے۔

بنجر قدیم و جدید سرکاری اراضی کی آبادی

اس وقت پاکستان میں تقریباً چار کروڑ ایکڑ زمین بے کار پڑی ہوئی ہے۔ اس سے بھرپور استفادہ کرنا چاہئے۔ اندرون اور بیرون ملک سے درخواستیں طلب کی جائیں اور یہ زمین بذریعہ نیلام عام مالکانہ حقوق کی بنیاد پر تقسیم کر دی جائے۔ مجھے یقین ہے کہ برطانیہ، امریکہ، فرانس، سعودی عرب وغیرہ سے پاکستانی اتنی رقم پاکستان لے آئیں گے کہ ڈالروں

اور پونڈوں کے ڈھیر لگ جائیں گے۔ اس موضوع پر بندہ کے کتابچہ ”ارض موات“ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید سے رہا کر کے اپنے ساتھ تخت پر بٹھا کر ملک کی معاشی بد حالی کے متعلق مشورہ کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے وزیر خزانہ بنا دے میں قوی الامین ہوں قحط پر کنٹرول کر سکتا ہوں۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ آپ علیہ السلام نے ملک میں واقع تمام بنجر قدیم سرکاری اراضی مالکانہ حقوق کی بنیاد پر آباد کرائی جس سے کثیر مقدار میں غلہ پیدا ہوا۔ ارد گرد کے ممالک میں قحط پڑ گیا ان کا غلہ خوب بکا جس سے حکومت کا خزانہ بھر گیا۔ نیز یہ بھی پتہ چلا کہ وزیر خزانہ اور وزیر تجارت میں کون کون سی صفات ہونی چاہئیں۔ نیز یہ کہ بنجر اراضی کو آباد کاری کے لیے نہری پانی مہیا کرنا اشد ضروری ہے لہذا کالا باغ ڈیم کی تعمیر جو عرصہ سے سیاسی وجوہات کی بنا پر رکی ہوئی ہے فوراً شروع کر دینی چاہیے اور اس ضمن میں کسی طرح کے بھی اختلافات کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔

شہری آبادی میں روز افزوں اضافہ باعث تشویش ہے:

اس تشویش کو دور کرنے کے صرف دو ہی طریقے ہیں یا تو اب مزید آبادی میں اضافہ روکنے کیلئے کوئی ٹھوس اور قابل عمل منصوبہ بندی ہو۔ یا پھر پیداواری وسائل میں اسی تناسب سے اضافہ کرنے کا کوئی بندوبست ہو۔ ورنہ وہ دن دور نہیں ہوگا جب بندہ بندے کو کھا جائے گا۔ بڑے بڑے شہروں میں اس وقت آبادی میں اضافہ پر کوئی چیک یا کنٹرول نہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں دیہاتوں سے لوگ شہروں میں منتقل ہو رہے ہیں۔ کچی آبادیاں بنائی جا رہی ہیں۔ بھکاریوں کی کثیر تعداد الگ ہے جو چوراہوں اور گھروں میں مانگتے پھرتے ہیں جن سے لوگ سخت نالاں ہیں۔ جواری، راشی، دھوکہ باز، سٹہ باز چوراہے، تخریب کار، دہشت گردانہی بستیوں سے زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ لاہور شہر کا سروے کرا کر تمام غیر ضروری لوگوں کو دیہاتوں کی طرف لوٹا دینا چاہئے۔ بھکاریوں کا بھی سروے کرایا جائے اور ان کیلئے الگ بستیاں بسائی جائیں اور انہیں روزگار مہیا کرنے کا بندوبست کیا جائے۔ ان کی مردم شماری ہو۔ ان کے شناختی کارڈ ہوں۔

دینی مدارس اور فرقہ واریت

صرف لاہور شہر میں ہی سینکڑوں دینی مدارس ہیں جن میں صوبہ سرحد، ڈیرہ اسماعیل خان، افغانستان، آزاد کشمیر اور نہ جانے کہاں کہاں سے طلباء تعلیم حاصل کرنے آئے ہوئے ہیں جن کی سرپرستی بعض نامی گرامی دینی جماعتیں کرتی ہیں۔ یہ طلباء جلسے جلوس نکال کر حکومت کیلئے امن و امان کے مسائل پیدا کرتے ہیں کیا کبھی کسی حکمران یا منتظم کو ایسی صورت حال پر غور کرنے کی فرصت ملی ہے؟ یہ ادارے محض دینی تعلیم کا ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں۔ ہمارا ہی کھاتے اور ہمیں ہی گھورتے ہیں۔ روزنامہ پاکستان لاہور مورخہ 30 دسمبر 1997ء نے صوبہ پنجاب کے ایک حساس ادارے کے حوالہ سے چونکا دینے والی رپورٹ شائع کی ہے جس کے مطابق اس وقت صرف پنجاب میں 751 دینی مدارس ہیں جو فرقہ واریت پھیلا رہے ہیں جن میں سے 710 دینی مدار کو غیر ملکی امداد ملتی ہے۔ یہ ادارے طلباء کو اسلحہ لائسنس بھی بنا کر دیتے ہیں۔ ان مدارس میں کرم ایجنسی گلگت اور جھنگ وغیرہ کے علاقوں سے آئے طلباء کی تعداد زیادہ ہے۔ اس ضمن میں تجویز ہے کہ ایسے تمام دینی اداروں کا نہایت سختی سے محاسبہ کیا جائے اور ایسے تمام ادارے بلا رورعایت نہایت سختی کے ساتھ شہروں سے نکال کر انڈیا، پاکستان، افغانستان شمال مغربی سرحد صوبہ وغیرہ کی سرحدات پر منتقل کر دیئے جائیں اور ان کے جملہ انتظامات ریجنرز کے سپرد کر دیئے جائیں۔ جہاں ایک ”فل فلیج ایجوکیشن“ ڈیپارٹمنٹ اسٹیبلش کیا جائے۔ اگر یہ تجویز نافذ کر دی جائے تو مجھے یقین ہے کہ ہمارے ملک میں دہشت گردی کا پوری طرح سے قلع قمع ہو جائے گا۔ امن و امان کے تقریباً تمام مسائل از خود ختم ہو جائیں گے۔ اس ضمن میں جتنی بھی رکاوٹیں راہ میں آئیں وہ نیست و نابود کر دیں چاہئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر شہر کا سروے کیا جائے اور جو مزدور لوگ پچھلے دس سال سے خواہ مخواہ شہروں میں آن بے ہیں انہیں واپس بھجوانا ضروری ہے۔ دیہاتوں کی ”مین پاور“ شہروں میں آنے کی وجہ سے گاؤں کے زمینداروں کو کھتیوں میں کام کرنے والے لوگ نہیں مل رہے جس کی وجہ سے

فصلات بروقت سنبھالنی ناممکن ہوگئی ہیں۔ دیہاتوں سے شہروں کی طرف نقل مکانی کو سختی سے چیک کرنے کی ضرورت ہے۔

شرح خواندگی

ترقی یافتہ ممالک کے مقابلہ میں ہمارے ملک کی شرح خواندگی نہایت کم ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ہماری معاشی ابتری ہے۔ ایک غریب خاندان کے اگر چار یا چھ بچے سکول گونگ عمر میں ہیں تو ان کے والدین انہیں سکولوں کی بجائے ورکشاپس وغیرہ میں بھیجنا پسند کریں گے اس لیے کہ ایسے سب بچے شام کو کچھ نہ کچھ کما کر لائیں گے تو ان کے گھر کے اخراجات پورے ہوں گے۔ سکول میں جانے سے انہیں کیا ملے گا؟ شرح خواندگی بڑھانے کیلئے ضروری ہے کہ ایسے گھرانوں کی پہلے معاشی حالت بدلی جائے۔

انصاف دہلیز پر پہنچانے کی باتیں

روزنامہ نوائے وقت لاہور کی ایک رپورٹ کے مطابق صوبے بھر کی سیشن عدالتوں کے علاوہ مختلف خصوصی، سول اور جوڈیشل مجسٹریٹوں کی پانچ سو سے زائد عدالتوں سے ہر روز ڈیڑھ لاکھ سے زائد سمن اور وارنٹ جاری ہوتے ہیں۔ فاضل عدالتوں میں روزانہ 30 ہزار سے زائد مقدمات اور دعویوں کی سماعت ہوتی ہے۔ جبکہ سیشن اور خصوصی عدالتوں سے ہر روز دو ہزار افراد کی ضمانت قبل از گرفتاری عبوری طور پر منظور کی جاتی ہے۔ فاضل عدالتوں میں طلب کیے جانے والے ہزاروں گواہوں میں سے صرف بیس فیصد گواہ پیش ہوتے ہیں جبکہ فاضل عدالتوں میں ہر روز صوبے بھر کی جیلوں سے تین ہزار کے لگ بھگ ملزموں کو لا کر پیش کیا جاتا ہے۔

عوام کو گھر پر انصاف دلوانے کیلئے ضروری ہے کہ ہر یونین کونسل کی سطح پر مندرجہ ذیل افراد کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔

1- علاقہ کا ایم این اے یا ایم پی اے (چیرمین)

2- چیرمین یونین کونسل یا اس کا نمائندہ۔

3- اسی گاؤں کے دو نامزد ممبران جو متاثرہ پارٹی خود نامزد کرے۔

مذکورہ کمیٹی ابتدائی طور پر دونوں پارٹیوں کے درمیان پورے خلوص اور کوشش کے ساتھ صلح و صفائی کرانے کی سعی کرے۔ اگر ناراض پارٹی عدالت کا رخ کرتی ہے تو علاقہ مجسٹریٹ یا سول جج جیسا بھی کیس ہو خود علاقہ میں موقع پر جائے۔ مسجد میں عدالت لگائے، وہاں سب لوگ با وضو ہوں اور اللہ کو حاضر ناظر جان کر تنازع کا فیصلہ انصاف کے مطابق کر دیں۔ پھر بھی اگر کوئی اپیل میں جاتا ہے تو اپیلاٹ اتھارٹی بھی اس گاؤں کی مسجد میں جا کر سماعت کر کے حتمی فیصلہ دے دے۔ اگر مجسٹریٹس کی کمی ہو تو اعزازی مجسٹریٹ کا تقرر بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح سے عملاً عوام کو سستا اور گھر کی دہلیز پر انصاف مل سکتا ہے۔

باقی سب باتیں ہی باتیں ہیں۔

وزیراعظم پاکستان کے پاس بھی کھلی کچھری میں اگر کوئی سائل آئے تو ضروری ہدایات کے ساتھ اسے حکم دیا جائے کہ وہ اپنے علاقہ کی کمیٹی کے پاس اپنا کیس لے کر جائے اور وہاں سے انصاف طلب کرے۔ جناب وزیراعظم خود بھی گاہے بگاہے ایسی کمیٹیوں کی کارکردگی کا جائزہ لیتے رہیں۔ اس طرح سے علاقائی کمیٹیاں مستعد اور فعال رہیں گی۔

ایک تجویز یہ بھی ہے کہ بعض حضرات کی طرف سے اخبارات میں ملکی احوال کی اصلاح کیلئے نہایت مفید اور قابل عمل تجاویز آتی رہتی ہیں جن کو نظر انداز کرنا کسی طرح سے بھی مستحسن نہیں ہے۔ ان کی تجاویز حکومتی لالچ اور دیگر طمع و حرص سے مبرا ہوتی ہیں ان سے استفادہ نہ کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ پی ایم سیکرٹریٹ میں چند پڑھے لکھے دوستوں کی ڈیوٹی لگائی جائے جو ایسے مضامین میں دی گئی تجاویز کا مزید جائزہ لیں اور اگر ضرورت پڑے تو صاحب مضمون کو خود ملیں یا اسے بلوائیں ایک جامعہ مگر مختصر رپورٹ وزیراعظم کو بھیجیں جن پر وہ اپنی اولین فرصت میں مزید کارروائی کریں۔ ٹھیک ہے وہ بے حد مصروف ہوتے ہیں تاہم انہیں اپنا نظام الاوقات وضع کرنے کیلئے ہندوستان کے مسلمان سلاطین کے معمولات زندگی سے استفادہ کرنا چاہیے مثلاً شیر شاہ سوری رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات

زندگی اس طرح سے تھے تہائی رات رہتی کہ بیدار ہو جاتا۔ غسل کرتا، نوافل پڑھتا، نماز فجر سے پہلے درود و وظیفہ ختم کر لیتا۔ مختلف صیغوں کے حسابات دیکھتا، اس روز کا نظم عمل بناتا۔ پھر نماز فجر کیلئے وضو کرتا۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا۔ پھر اذکار و اوراد میں مشغول ہو جاتا۔ نماز اشراق پڑھتا۔ لوگوں کی ضروریات معلوم کرتا افواج شاہی اور اسلحہ کا معائنہ کرتا۔ ملک کی روزانہ آمدنی اور مالیہ معائنہ کرتا اور دیگر ضروری امور سلطنت پٹاتا۔

۳۸۔ انسانی سرشت میں کچھ ذیل خصائص بھی ہیں جن کے ذریعہ ابلیس انسان کو قعر مذلت میں پھینکنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے مثلاً غصہ، غیظ و غضب، بغض، کینہ، انتقام، حسد، فخر، غرور، تکبر وغیرہ بزرگان دین نے فرمایا ہے غصہ تھوڑی دیر کیلئے دیوانگی پیدا کرتا ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ غصہ کا حد سے گزر جانا غیظ و غضب ہے۔ وقت کے حکام نے مخلوق خدا کو جب کبھی غیظ و غضب کا نشانہ بنایا تو قدرت نے سخت انتقام لیا۔ بغض اور کینہ حقوق العباد سے باز رکھتا ہے جو شخص انتقام کے طریقے سوچتا رہتا ہے اس کے زخم ہمیشہ تازہ رہتے ہیں۔ حسد کی وجہ سے نفس عقل کو ڈھک لیتا ہے۔ حسد، حرص، ہوس، طمع سب نقطوں سے خالی ہیں۔ ”چوں مرد پیرے شود حرص جواں می گردد۔“ فخر، غرور اور تکبر یہ تو اوضاع اور انکساری کی ضد ہیں۔

تکبر عزازیل را خوار کرد . بزندان لعنت گرفتار کرد (شیخ سعدی)

متکبر اور مغرور کی فوری سزا یہ ہے کہ مخلوق کی نظروں سے گر جاتا ہے، اپنے اعمال کو اچھا اور زیادہ سمجھنا، گناہوں کو بھول جانا ہی فخر و غرور ہے۔ تکبر حق تعالیٰ کے ساتھ شرکت ہے۔ لوگوں کو حقیر سمجھنا بھی تکبر ہے۔

خاکسارانِ جہاں را بھارت منگر

توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشند

اظہارِ عجز

۳۹۔ حضرت انسان کی تخلیق کی غرض و غایت بس یہی ہونی چاہیے کہ

درو دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروہیاں

(خواجہ میر درد)

(ک روہی اں جمع ک روہی کی ہے جس کے معنی مقرب فرشتے کے ہیں)

۴۰۔ یہ کتاب اس بات کو پیش نظر رکھ کر تالیف کی گئی ہے کہ

گر نیاید بگوش رغبت کس بر رسولاں بلاغ باشد و بس

(شیخ سعدی)

ترجمہ:

بات میں آئے نہ آئے تم کو رس قاصدوں کا کام پہنچانا ہے بس

دعا

یا حکم الحاکمین! یارب العالمین!! ملک پاکستان کی موجودہ
صالح اور باکردار قیادت کو ایسی بصیرت اور بصارت عطا
فرما جس سے اس ڈگمگاتی اسلامی ریاست کو رسول ﷺ
کی نظر کرم سے استحکام بخش سکیں۔ آمین!

دعا گو و دعا جو

میاں محمد سعید شاد

سابق آفیسر محکمہ تعلیم پنجاب

403-A رحمن پورہ کالونی، لاہور

فون: 7578772-7561894

وزیر اعظم کے نام خط 15 اپریل 1997ء کی نقل

باسم ربی

چہل سال عمر عزیزت گزشت مزاج تو از حال طفلی نگشت
 بیا ایکہ عمرت بہفتاد رفت مگر خفقہ بودی کہ برباد رفت

(شیخ سعدی)

تاریخ: ۹۷-۲-۱۵

واجب الاحترام جناب میاں محمد نواز شریف صاحب وزیر اعظم پاکستان
 موضوع: والیان ملک و صاحبان اختیار و اقتدار (Bureaucrats) پر تلبیس ابلیس
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی؟ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ ۵۱۲ ہجری میں
 بغداد میں پیدا ہوئے اور ۵۹۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ کی مجالس و عظ میں حکمران،
 خلفاء، وزراء اور اکابر علماء بڑے ذوق و شوق سے شرکت کرتے۔ تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگ
 غش کھا کھا کر گرتے۔ لوگوں کی چنچیں نکل جاتیں اور آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔
 (۲) آپ تقریباً تین صد کتب کے مصنف تھے۔ ان میں سے آپ کی کتاب تلبیس
 ابلیس (TALBEES-E-IBLEES) (شیطانی مکر و فریب) کو بہت شہرت ملی جس
 میں آپ نے بتایا ہے کہ ابلیس لعین کس طرح سے حاکموں، عالموں، عابدوں، زاہدوں،
 صوفیوں صحبان، اختیار و اقتدار اور عوام کو بہکا تا اور باطل کو حق کی صورت میں ظاہر کر کے ان
 کو گمراہ کر کے ملک میں انتشار، افراتفری پیدا کر دیتا ہے۔

(۳) اسی کتاب کے باب ہفتم میں امام صاحب نے وضاحت فرمائی ہے کہ وہ کون
 ہے، ایسے بارہ مکر و فریب ہیں جن کے ذریعہ ابلیس والیان ملک کو گمراہ کرتا ہے۔ شاید ہم آج
 تک بے خبر رہے کہ وہ کون سی وجوہات تھیں جن کے باعث پچھلے پچاس سال سے ہمارے
 حکمران اندرونی سازشوں کا شکار ہوتے رہے۔ مگر یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ہمارے حکمرانوں
 کے زوال کی سب سے بڑی وجوہات وہی تھیں جن کی نشاندہی جناب امام صاحب اپنی

کتاب تلخیص ابلیس میں آج سے تقریباً نو سو سال پہلے فرما چکے ہیں۔

(۴) اندریں صورت حال، دل نے چاہا کہ پاکستان کے موجودہ حکمرانوں اور بیورو کریٹس کو جناب امام صاحب کے بیان کردہ شیطانی مکر و فریب سے فوراً آگاہ کرنے چاہئے جن کے ذریعے ابلیس لعین حکمرانوں کو گمراہ کر کے بالآخر معزول کراتا ہے۔ اس موضوع پر بندہ نے قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا تو وہاں سے بھی بہت اچھی باتیں ملیں۔ تاریخ کی طرف رخ کیا تو حضرت علی کا وہ بے مثال اور معرکتہ الارا خط بھی ملا جو آپ نے جناب مالک اشتر گورنر مصر کو بطور ”دستور حکومت“ لکھا تھا۔ یہ ایک ایسی دستاویز ہے کہ اگر کوئی حکمران صرف اس پر ہی عمل کرے تو شیطانی مکر و فریب سے یقیناً مامون و محفوظ رہ سکتا ہے۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ کے وہ خطوط بھی پڑھنے کو ملے جو آپ نے اپنے گورنروں کو سرکاری طور پر لکھے تھے۔ یہ خطوط بھی حکمرانوں اور گورنروں کیلئے مشعل راہ ہیں نیز حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے وہ جرات مندانہ سرکاری خطوط بھی زیر مطالعہ آئے جو انہوں نے سلطنت مغلیہ کے زوال پذیر حکمرانوں اور امراء و وزراء کو لکھے۔ ان میں سے جو باتیں مفید اور ملک پاکستان کے حسب حال پائیں۔ ان کو یکجا کر دیا گیا ہے اور آخر میں قومی احوال کی اصلاح کے لئے تجاویز بھی دی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض پر عمل درآمد شروع ہو چکا ہے جب کہ وقت آنے پر شاید دوسری تجاویز بھی زیر غور آجائیں۔

(۵) اللہ رب العزت خوب جانتا ہے یہ کام یعنی تالیف کتاب محض جذبہ حب الوطنی کے تحت کیا گیا ہے۔ کوئی ذاتی لالچ، غرض یا طمع پیش نظر نہیں۔ ہاں البتہ ایک تمنا ضرور ہے وہ یہ کہ آپ کوئی ایسا بندوبست فرمادیں کہ آپ کی حکومت کا ہر فرد بلکہ عدلیہ کے جج صاحبان بھی اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں نیز پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں، کالجوں، سکولوں اور لائبریریوں کے لئے اس کتاب کے چند نسخے خرید کر رکھنے لازمی قرار دیئے جائیں تاکہ ہمارے اساتذہ، طلباء اور عوام بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔

(۶) محترم المقام جناب میاں دصاحب! مجھے پتہ ہے آپ سے حد مصروف ہیں یاد رہے

کہ ہر شخص اپنی سطح پر مصروف ہے۔ بندہ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اس امید پر کہ آپ اس کتاب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں گے اور اپنے جملہ رفقاء کار کو بھی پڑھنے کی ہدایت فرمائیں گے۔ کتاب نہایت مختصر ہے۔ کتاب کے چند نسخے بذریعہ ڈاک بھجوا رہا ہوں۔ اگر قبول افتدز ہے عز و شرف۔ وصولی کی اطلاع ملنے پر خوشی ہوگی۔ افسوس ہے کہ اپنی مالی بے بضاعتی کی وجہ سے کتاب کے صرف دو صدے نسخے ہی تیار کروا سکا ہوں۔

(۷) دعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے آپ کو اور آپ کے جملہ رفقاء کار کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ (آمین)

خیر اندیش

میاں محمد سعید شاد

”ضمیمہ“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نقل خط

مورخہ ۳/ مئی ۱۹۹۷ء

واجب الاحترام جناب میاں محمد نواز شریف صاحب وزیر اعظم پاکستان
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرمی؟ پرائم منسٹرز سیکرٹریٹ (پبلک) کے لیٹر
نمبر No.77/DS/PMM&EC/97 Dt.8/4/97 کے حوالہ سے کتاب ”والیان
ملک اور صاحبان اختیار پر تلپیس ابلیس“ کی چند کاپیاں جناب ملٹری سیکرٹری
صاحب کی خدمت میں بھیج دی تھیں۔ امید ہے آپ کے نوٹس میں بھی آچکی ہوں گی۔

محترمی جناب میاں صاحب! اب تک ملک کے بگڑے ہوئے حالات سدھرنے کی
بجائے اور بگڑ رہے ہیں۔ بعض امور پوری طرح سے گرفت میں نہیں آرہے۔ یہ صورت
حال باعث تشویش ہے۔ آپ کے دائیں بائیں وزیر مشیر ہیں۔ عوام میں سے بھی ملک و
ملت کے بہی خواہ آپ کو مفید مشورے دے رہے ہیں۔ بندہ ناچیز بھی اپنی مذکورہ کتاب کے
ذریعہ متعدد تجاویز دے چکا ہے۔ جب ملک کے نظم و نسق میں کوئی خرابی نظر آتی ہے تو دل
چاہتا ہے کہ اپنی ناقص عقل و فکر میں بہتری کی جو تجویز آئے اسے آپ تک پہنچایا جائے۔

لہذا آپ کو کچھ مزید تجاویز دینے کو جی چاہتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ ہندوستان
کے وزیر اعظم مسٹر گجرال سے ملنے دہلی جا رہے ہیں سیاسی اور سفارتی اعتبار سے یہ ملاقات
بے حد ضروری ہے۔ ضرور جائیے۔ یوں ان کو قریب سے دیکھنے، پرکھنے اور پڑھنے کا موقع
ملے گا۔ مگر نگاہ ان کے باطن پہ رکھنا۔ اپنے نور ایمانی سے ان کے اندر کی پلیدی کو دیکھنا۔ ان
کی ہر دلفریبانہ ادا پر تبجھ نہ جانا۔ آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر کرم کے

علاوہ ملک پاکستان کے ۱۴ کروڑ عوام کا جم غفیر آپ کی پشت پر ہوگا۔ آپ کے شانے زمین پر نہ لگنے دے گا۔ ساتھ ہی ساتھ قرآن پاک کی اس آیت کو بھی ضروری سامنے رکھنا۔ ”اور ہرگز خوش نہیں ہوں گے آپ ﷺ سے یہودی اور عیسائی.....“ یہاں قرآن پاک الفاظ ”وَلَنْ تَرْضَى“، ”یعنی یہ گروہ ہرگز خوش نہیں ہوں گے۔“ اللہ تعالیٰ کے ان واضح ارشادات کی موجودگی میں ہنود، یہود اور نصاریٰ سے کسی طرح کی بھلائی اور خیر خواہی کی امید رکھنا بہت بڑی نادانی اور بیوقوفی ہوگی۔ استدعا ہے کہ ان کی خوب سنیں مگر کریں وہیں جس کی رہنمائی رب کعبہ فرمائے۔

حکومت میں آنے سے پہلے آپ کا نعرہ بھی یہی تھا کہ کرپٹ عناصر کا احتساب کیا جائے گا۔ حکومت کو بنے ابھی چند دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ بعض سیاسی جماعتوں نے احتساب کرانے کا نعرہ بڑی شد و مد سے لگانا شروع کر دیا۔ آپ کے بیانات سے بھی یہ تاثر ملتا ہے کہ احتساب کمیٹیاں بنانے کا ارادہ آپ بھی کیے ہوئے ہیں۔ میاں صاحب! خدا گواہ ہے میری چھٹی حس یہ بتا رہی ہے کہ یہ سیاسی جماعتیں آپ کو اس مسئلہ میں الجھا کر اپنے مذموم ارادے پورا کرنا چاہتی ہیں۔ اگر حکومت کا موجودہ انتظامی نظام احتساب کرنے کے اہل نہیں تو انتظامیہ اور عدلیہ کے متوازی ایک دوسرا نظام احتساب کمیٹیوں کی صورت میں نافذ کرنے سے فائدہ کی بجائے الٹا نقصان ہی ہوگا اور جلد ہی احتساب کمیٹیوں کے احتساب کی بھی ضرورت پڑ جائے گی۔ یہی کمیٹیاں حکومت کی رسوائی اور بدنامی کا باعث بن جائیں گی۔ اول تو ان کی تشکیل دینے کے وقت ہی کئی پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔ کسی جماعت کا منہ ایک طرف تو دوسری کا کسی دوسری طرف ہوگا۔

محترمی میاں صاحب! اس مسئلہ میں عجلت سے کام نہ لیں۔ احتساب کرنا کرانا اپنے ملک کا اندرونی مسئلہ ہے۔ موجودہ احتسابی نظام ہی کو مستحکم اور فعال بنانا چاہئے۔ سرکاری ملازمین کو ہر آئے دن احتساب سے خوف زدہ کیے رکھنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ اس سے حکومتی نظام کے ایک نہایت اہم رکن یعنی بیوروکریٹس کو مایوس اور مضطرب بنائے رکھنے سے

انتظامیہ کی کارکردگی پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔

میاں صاحب! آپ کونت نئے تجربات کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ اس کی بجائے مسلم لیگ کی تنظیم سازی پر توجہ دیں اور یہ فرض انہیں سونپیں۔ میری تجویز تو یہ ہے کہ کسان کانفرنس کی طرح ان کی بھی ایک کانفرنس اپنی زیر صدارت منعقد کرائیں۔ ایک گھریلو ماحول اپنائیں۔ کچھ ان کی سنیں، کچھ اپنی سنائیں۔ ان کو اپنی اصلاح کا موقعہ دیں۔ یہ حضرات بدلے ہوئے حالات کے ساتھ بدلنا جانتے ہیں۔ یہ خوش ہوں گے۔ خوش دل مزدور ہمیشہ بڑھ چڑھ کر کام کرتا ہے۔ یہ طبقہ آپ کا دست و بازو بن جائے گا۔ ان کے تجربات اور صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ ہوگا۔ ان کیلئے عفو و درگزر سے کام لیں۔

آن جا کہ بود قہرش ہر شہر بیا بانے

آں جا کہ بود عفو ش ہر ذرہ گناہگارے

یعنی جس شہر کا بادشاہ قاہر ہوگا وہ شہر اجڑ کر ویران اور بیابان ہو جائے گا اور جس جگہ اس کا رحم اور بخشش ہوگی وہاں کا ہر ذرہ گناہگار ہونے کی تمنا کرے گا تا کہ وہ بھی بخشا جائے۔ محترمی! ان سے مشاورت گویا ارشاد ربانی کی تعمیل ہوگی۔ انسان غلطی کا پتلا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ جنگ احد میں مسلمانوں سے ایک غلطی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے شکست ہو گئی۔ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا کہ ان کو سرزنش بھی نہ کرنا۔ سورہ آل عمران پارہ ۴ آیت ۱۵۹ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

”پس صرف اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کے لئے اور اگر ہوتے آپ تند مزاج، سخت دل، تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے، آپ کے آس پاس سے۔ تو آپ درگزر فرمائے ان سے اور بخشش طلب کیجئے ان کے لئے اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں اور جب آپ ارادہ کر لیں (کسی بات کا تو پھر توکل کرو اللہ پر بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، توکل کرنے والوں سے)۔“

جنگ احد میں جن اصحاب کی غلطی کی وجہ سے شکست ہوئی تھی ان کے متعلق اللہ اپنے

محبوب ﷺ سے فرما رہا ہے کہ ان کو سزا تو کیا سرزنش بھی نہ کرنا۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ:- ”مشورہ شریعت کے مسلمہ اصولوں اور اہم ترین احکام سے ہے اور جو حاکم اہل علم و دین سے مشورہ نہیں کرتا بلکہ خود رائی سے کام لیتا ہے اسے معزول کر دینا لازمی ہے۔ خلفاء اور حکام پر واجب ہے کہ دینی معاملات میں علماء سے، جنگی امور میں قائدین لشکر اور ماہرین حرب سے، عام فلاح و بہبود کے کاموں میں سرداران قبائل سے اور ملک کی ترقی اور آبادی کے لئے عقل مند وزراء اور تجربہ کار عہدہ داروں سے مشورہ کریں۔ پھر وضاحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس لیے مشورہ کرنے کا حکم نہیں دیا کہ حضور اکرم ﷺ کو ان کے مشورہ کی ضرورت تھی بلکہ اس میں یہ حکمت تھی کہ انہیں مشاورت کی اہمیت اور شان کا پتہ چل جائے نیز یہ کہ مشورہ سنت نبوی بن جائے اور امت مسلمہ اس کی اقتداء اور اتباع کرے۔ اس کی ایک وجہ اور بھی بتائی جاتی ہے کہ اصحاب کے دلوں کو خوش کرنا اور ان کی قدر و منزلت بڑھانا بھی مقصود تھا۔ خوب غور و فکر، بحث و تمحیص کے بعد جو فیصلہ کیا جائے اس کو عملی جامہ پہنانے کا پختہ ارادہ کر لیا جائے۔ اسی کو ”عزم“ کہتے ہیں۔ پھر تذبذب کا شکار ہو جانا پیغمبروں کی شایان شان نہیں اور نہ مومن کو ایسا کرنا زیبا ہے کیونکہ اس سے دل میں کمزوری اور مزاج میں تلون پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح کی مشاورت سے انشاء اللہ اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔ بیوروکریٹس کے درمیان تمام خدشات دور ہو جائیں گے اور اس طرح سے اللہ کے حکم و شاورمہم فی الامر کی تعمیل بھی ہو جائے گی۔ ۱۹۷۳ء میں بھی ایک بار ایسی ہی صورت حال پیدا ہو گئی تھی جبکہ افسران اعلیٰ کا رویہ اپنے ماتحتوں کے خلاف نہایت متکبرانہ اور ہتک آمیز ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے ماتحت عملہ میں ایک اضطراب کی لہر دوڑ گئی تھی۔ نچلی سطح پر دفتری کارکردگی بہت بری طرح سے متاثر ہو گئی۔ گورنمنٹ نے فوراً پوری احساس ذمہ داری کا ثبوت دیا اور مندرجہ ذیل مراسلہ کے ذریعہ افسران بالا کو خبردار کیا کہ اپنے ماتحتوں سے پوری عزت و توقیر کے ساتھ پیش آیا جائے۔ مراسلہ کی نقل اس طرح سے ہے:

"I am directed to say that instances have come to the

notice of Govt. where Junior employers belonging to class III & IV services were not shown basic courtesy and politeness when they called on the Administrative secretary concerned in connexion with their individual or collective problems. They were made to stand and only summary hearing was given to them. This is highly regrettable. Govt is committed to bring about harmony and equality between man and man. On account of limited resources, Govt. may not be able to meet all the demands put forth by the subordinate service associations but their representatives should be given a dignified and patient hearing and they should be treated with courtesy and respect. Govt, therefore, Desire that whenever individual Govt servants or their deputation call on senior, officers in connexion with their grievances or complaints, basic courtesies in the form of offering seats, listening to them patiently and talking to them politely, must be observed. The employees are an important part of the Govt. machinery without whose willing co-operation, no Govt. can successfully achieve its objects. Needless to add that due courtesy must also be observed in dealing with the general Public. I am to request to bring these instructions to the notice of all officers guidance and strict compliance."

گو موجودہ صورت حال پہلے سے کچھ مختلف ہے۔ یعنی اب گورنمنٹ خود بیورو کریش کے محاسبہ کے درپے ہے جس کی وجہ سے اب بھی دفتری کارکردگی بہت بری طرح سے متاثر

ہورہی ہے۔ دفاتر میں رشوت ستانی عام ہے۔ ”انی شی اینسی“ (Effeciency) نام کی کوئی شے نہیں۔ قواعد و ضوابط سے کسی کو آگہی نہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ احتساب کا ہوا ان کے سر پر ہمہ وقت منڈلاتا رہتا ہے۔ عوام بھی اس ناخوشگوار صورتحال سے متاثر ہو رہے ہیں۔ اکثر کوچہ میگوئیاں کرتے سنا گیا ہے کہ:

A storm is brewing gradually. A state of un-rest and indiscipline is being witnessed our certain ranks. A gradual deterioration in the internal affairs of the country is also being felt. Early action to rectify the sitauation therefore seems must.

نجکاری کا شور مدت سے سنتے آرہے ہیں۔ سابقہ حکومتیں بشمول آپ کی حکومت بھی مال مثول سے کام لیتی آرہی تھی مگر اب یہ سکیم مستقبل کی تمام تر خرابیوں کے ساتھ آپ کے عہد حکومت میں انجام پذیر ہو رہی ہے۔ ہمیں اندر کی بات کا تو کچھ علم نہیں کہ ایسا کرنے کیلئے حکومت کیوں مجبور ہے تاہم بظاہر جو کچھ نظر آرہا ہے اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ چوٹی سی ایک مثال سن لیجئے۔ لاہور شیخوپورہ روڈ پر سلوی گھی مل آج سے چند سال پہلے نیلام کی گئی تھی۔ شکر گڑھ کی طرف کے کسی ایم پی اے یا ایم این اے نے خریدی۔ تمام اسٹاک بیچا۔ مشینری غتر بود کی۔ دیگر اثاثے فروخت کیے اور آخر دیوالیہ قرار دلوادیا۔ وہ مل جو کبھی سینکڑوں اہلکاروں اور انجینئروں کے زیر نگران احسن طریقے سے چل رہی تھی برباد ہو گئی اور کارکن آج تک بھوکے مر رہے ہیں۔ سلوی گھی مل پر آج الوؤں کا قبضہ ہے۔ ذرا اس مل کی انکواری کرا کر تو دیکھیں۔ اب یونیورسل گھی مل کے سینکڑوں کارکن اپنی مل کی تباہی کے منظر ہیں۔ کام بند ہے۔ کارکن ڈنڈے بجاتے پھرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی حکومتی مجبوری کی وجہ سے اس کی نجکاری ناگزیر ہو مگر اس کے نتائج بڑے خطرناک ہوں گے۔ جب ملک میں ایسے تمام پونٹ پرائیویٹائز ہو جائیں گے تو بے روزگاروں کا ایک ایسا طوفانی ریل آئے گا جس کے سامنے کوئی بند اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ اس مصیبت کا صرف ایک ہی حل ہے

کہ موجودہ یونٹس کی کارکردگی کو نقطہ عروج پر پہنچایا جائے اور اس نظام میں جو برائیاں ہیں اس کا تدارک کیا جائے۔ یقیناً یہ مسئلہ بڑا نازک اور اہم ہے۔ اللہ ہی ہے جو ہماری مدد فرمائے گا اور نجکاری سے جان چھڑائے گا۔

نجکاری کے ساتھ ساتھ آپ کی حکومت کے زیر غور اور بھی کچھ ایسی تجاویز ہیں جن کے نفاذ سے بے روزگاروں میں مزید اضافہ ہوگا مثلاً کئی دفاتر کو ختم کر کے دوسروں کے ساتھ ضم کرنا یا ڈاؤن سائزنگ کرنا کیا آپ کی حکومت نے تمام ایسے کام کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے جس سے عوام میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو۔ محترمی جناب میاں صاحب! یہ کام دھیرے دھیرے ہونے چاہئیں اور جو کام ترجیحی بنیادوں پر کرنے والے ہیں انہیں پہلے کریں۔

آپ کی حکومت سے آٹے کا بحران ہی ختم ہونے کو نہیں آ رہا جس کی وجہ سے بین الاقوامی سطح پر بھی ہماری ساکھ متاثر ہو رہی ہے۔ اپنے بھی یہ کہنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ ایسا تو کبھی کسی پہلے حکومت کے عہد میں بھی نہ ہوا تھا۔ اس بحران کے اسباب کچھ بھی کیوں نہ ہوں مگر اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ ہمارا ملک غذائی اجناس میں آج تک خود کفیل نہیں ہو سکا۔ اس بحران کو ختم کرنے کیلئے ہنگامی بنیادوں پر کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ عرب جیسا ریگستانی ملک اپنی گندم درآمد کر رہا ہے۔ ہم زرعی ملک رکھنے کے دعوے دار کھربوں کی گندم درآمد کرنے پر مجبور ہیں۔ آخر کیوں؟ محترمی جناب میاں صاحب! آئیے اس کا حل میں قرآن کی رو سے بتاتا ہوں۔ سورہ یوسف آیات 53 تا 56 کا مطالعہ فرمائیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے دور حکومت میں جب مصر میں قحط پڑا تو آپ علیہ السلام نے کیا تدابیر اختیار کی تھیں، ان سے استفادہ کرنا چاہئے۔ ضمناً عرض ہے کہ مصر کا نام مصر کیوں ہے؟ مصر ملک کا نام ہے جو مصر بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا ہے کیونکہ برادرانہ تقسیم میں یہ ملک انہی کے حصہ میں آیا تھا۔

(الجمال والکمال تفسیر سورۃ یوسف از قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

لہذا ثابت ہوا کہ وزیر خزانہ کے اوصاف کیا ہونے چاہئیں۔ یہ کہ حفیظ ہونا سے مراد یہ ہے کہ سردار خزانہ کو سب سے پہلے ابواب آمدنی کی پوری پوری واقفیت ہونی چاہئے۔ یعنی اسے معلوم ہونا چاہیے کہ کیونکر مالی حالت کو پائیدار و مستحکم کیا جاسکتا ہے۔ علیم اس لیے کہا گیا کہ سردار خزانہ کو ابواب مصارف کا بھی پورا پورا علم ہونا چاہئے۔ وہ ضروریات سلطنت کو سمجھتا ہو۔ وہ نہایت ضروری، ضروری اور غیر ضروری میں فرق و امتیاز کر سکتا ہو۔ جب کوئی وزیر ہر دو صفات کا جامع ہوگا تو وہ صحیح طور پر ملک کو آباد و شاداب اور بارونق اور خزانوں کو معمور کر سکے گا۔ لہذا ثابت ہوا کہ پاکستان کی وزارت مال اور خوراک کے وزراء کو بھی اپنے اپنے محکموں پر پورا عبور اور مکمل واقفیت ہونی چاہئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے زراعت کی طرف خاص توجہ دی۔ کاشت کاروں کو زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے کی سہولتیں دیں۔ بنجر اور غیر آباد زمینوں کو آباد کیا گیا۔ پیداوار کی حفاظت کیلئے خاص اہتمام کیا گیا۔ بڑے بڑے وسیع و عریض گودام تعمیر کیے گئے اور جو غلہ ضرورت سے زائد ہوتا اسے خوشوں ہی میں رہنے دیا جاتا تا کہ کیڑے مکوڑوں سے محفوظ رہے۔ اس طرح مصر کے لوگ قحط کی ہلاکت آفرینیوں سے محفوظ رہے۔ اردگرد کے قحط زدہ علاقوں سے لوگ غلہ خریدنے آئے تو ملک خزانہ سے بھرپور ہو گیا اور اسی بہانہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اپنے بھائیوں اور والدین سے ملاقات بھی ہو گئی۔

آپ نے اوپر بیان کردہ واقعہ ملاحظہ فرمایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے غلہ کی پیداوار بڑھانے کیلئے ملک میں واقعہ تمام بنجر قدیم یعنی مردہ زمینیں آباد کرائیں۔ آپ کے ملک میں لاکھوں ایکڑ اراضی غیر مزروعہ بے کار پڑی ہوئی ہے۔ اس طرح کی زمین کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو خالصتاً سرکاری یعنی (State Land) ہے جسے گورنمنٹ جس طرح چاہے آباد کرائے۔ دوسری قسم وہ بنجر زمین ہے جس کے مالک ہیں مگر وہ عرصہ دراز سے غیر کاشتہ پری ہوئی ہے۔ ایسی زمین کے متعلق متعدد احادیث مبارکہ ہیں کہ جو مالک تین سال تک اپنی مملو کہ زمین غیر کاشتہ چھوڑی رکھے اس سے وہ زمین لے کر دوسرے خواہش مند

لوگوں میں تقسیم کر دینی چاہئے۔ فی الحال مالکین کو نہ چھیڑا جائے۔ صرف سرکاری اراضی ہی تقسیم کر دی جائے تو ملک میں غذائی بحران پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں شہری گنجان آبادی سے لوگوں کا رخ خود بخود دیہاتوں کی طرف ہو جائے گا۔ بے روزگار دہشت گرد نوجوان مصروف کار ہو کر تخریب کاری چھوڑ دیں گے۔ آج ہمارے ملک میں جتنی بھی خرابیاں ہیں وہ سب کی سب بے روزگاری کی وجہ سے ہیں۔ زمین کی تقسیم نہایت دیانتداری اور ایمانداری سے کرنی چاہئے۔ پھر اس کے بعد کاشتکاروں کو جملہ سہولتیں بھی پہنچائی جائیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ زمین شوقیہ لے لیتے ہیں مگر آباد کاری نہیں کرتے۔ اس لیے گورنمنٹ کو انہیں ہر سہولت دینی چاہئے اور پھر غیر حاضر زمیندار کے ساتھ کوئی رورعایت نہیں برتنی چاہئے۔ میاں صاحب! پھر دیکھنا آپ کے ملک میں کتنی خوشگوار تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ اس ضمن میں بندہ نے ایک کتاب ”ارض موات، مردہ، غیر آبادش، بنجر، قدیم سرکاری اراضی کی آباد کاری اور حقوق ملکیت کا مسئلہ قرآن و سنت کی روشنی میں“ تالیف کی ہے۔ اپنے وزراء اور متعلقہ محکموں کے سربراہوں کو حکم دیں کہ وہ اس کتاب کا بخوبی جائزہ لیں اور ایک جامع رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش کریں تاکہ اس کے نفاذ کے متعلق آپ مناسب احکامات صادر فرما سکیں۔

ہمارے ہاں یہ عام رواج ہے کہ پچانوے فیصد سے زائد لوگ صرف گندم اور چاول ہی بطور غذا استعمال کرتے ہیں۔ دوسری خوردنی اجناس مثلاً جو، چنا، مکئی، جوار اور باجرہ کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگر گندم، چنا، جو، مکئی، باجرہ وغیرہ کا ایک آمیزہ ماہرین کی زیر ہدایت تیار کر کے گورنمنٹ اپنی سطح پر سپلائی کرے تو تبخیر معدہ، بلڈ پریشر اور امراض قلب کے تمام مریض اسے ایک بیش بہا نعمت سمجھ کر نوش جان کریں گے۔ ہمارے ملک میں جو کی کاشت نہ ہونے کے برابر ہے۔ ماہ جون جولائی میں مجھے گلاسکو جانے کا اتفاق ہوا۔ لندن سے گلاسکو تک تقریباً ساڑھے چار سو کلومیٹر کا فاصلہ ہوگا۔ سڑک کی دونوں جانب جو کی کاشت دیکھنے میں آئی جو پک کر تیار ہو چکی تھی۔ آپ دیکھیں بیرون ممالک جو یعنی

Barley کا کئی طرح سے استعمال کرتے ہیں اور زر مبادلہ نکاتے ہیں۔ ہمیں بھی اپنے کسانوں کو جو کی کاشت کیلئے ترغیب دینی چاہئے، اس طرح سے گندم کی کھپت میں کافی کمی واقع ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ کو جو بہت پسند تھے۔ ان کی ذات گرامی کے ساتھ ان کا واسطہ بطور روٹی، لطور دلیہ اور بطور ستوا احادیث سے پتہ چلتا ہے۔ عہد رسالت میں عام طور پر لوگ جو کی روٹی کھاتے تھے یا گندم اور جو ملا کر روٹی پکائی جاتی تھی۔ خالص گیہوں کی روٹی تقریبات تک محدود تھی۔ مسجد نبوی ﷺ کے دروازے پر ایک خاتون چقندر کی جڑیں اور ثابت جو ملا کر ان کی شب دیگ پکا کر نماز جمعہ کے بعد بیچنے آیا کرتی تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو یہ پکوان ایسا پسند تھا کہ لوگ جمعہ والے دن کا انتظار کیا کرتے تھے (طب نبوی ﷺ، جلد اول ڈاکٹر خالد غزنوی) مگر ہمارے ہاں آج ایسے کھانے پکائے جاتے ہیں جو بڑے لذیذ مگر طبی نقطہ نگاہ سے سخت مضر صحت ہوتے ہیں اور ہم خوب مزے لے لے کر کھائے جا رہے ہیں۔

محترمی جناب وزیر اعظم صاحب! دہشت گردی کا تو اب یہ حال ہو گیا ہے کہ ہر روز بے گناہ نمازیوں کو عین حالت نماز میں شہید کیا جا رہا ہے اور پھر ایک نہ دو درجنوں کے حساب سے شہید ہو رہے ہیں۔ آپ کی حکومت کیلئے یہ لمحہ فکر یہ ہے۔ ایسا تو آج تک کفار نے بھی کبھی نہ کیا تھا اور نہ ہی دنیا کے کسی دوسرے ممالک میں بھی کبھی ایسا ہوا یا ہو رہا ہے۔ لوگوں نے مساجد میں جانا چھوڑ دیا ہے۔ راہزنوں کا بھی ایک گروپ بن چکا ہے جو صبح و شام سیر کرنے والے لوگوں کو پیچھے سے حملہ کر کے پہلے گلا دباتا ہے پھر کلوروفارم وغیرہ سونگھا کر بے ہوش کر کے نقدی اور گھڑیاں وغیرہ چھین لیتا ہے جبکہ خواتین کی بے حرمتی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ غالباً آج کل تین طرح کی دہشت گردی ہو رہی ہے۔

۱۔ دشمن ملک کی ایما پر ۲۔ مذہبی جماعتوں کے تعصب کی وجہ سے ۳۔ بے روزگار

نوجوان کی وجہ سے۔

تیسری وجہ میں مزید اضافہ اس وقت ہوگا جب نجکاری کے اثرات ظاہر ہوں گے۔

ایسے بے روزگار نوجوانوں کو متبادل روزگار مہیا نہ کیا گیا تو پھر یہ لوگ اسی آسان ذریعہ روزگار کو اپنائیں گے۔ باقی دو وجوہات کا ازالہ بھی اس طرح سے ہو سکتا ہے کہ اپنی حساس ایجنسیوں کو مزید فعال اور الٹ کیا جائے۔ نیز ایک سے زائد تمام جماعتیں ختم کر دی جائیں۔ چاہے اس کیلئے کتنا ہی سخت اور کڑوا قدم اٹھانا پڑے۔ ایسی جماعتوں کی پشت پر اگر کوئی ملک ہے تو ان سے رابطہ فرما کر صورت حال کو قابو میں لانا چاہئے۔ آپ جانتے ہیں جب فصلات میں بے کار جڑی بوٹیاں اگ آتی ہیں تو اصل فصل تباہ ہو جاتی ہے۔ پھر ماہرین زراعت کہتے ہیں کہ ایسی طفیلی جڑی بوٹیوں کی نلانی یعنی Weeding کی جائے۔ اسی طرح ہمارے ہاں آج کے معاشرے میں بدمعاش، چور، ڈاکو، زانی، راشی غرضیکہ ہر طرح کے تخریب کار کی Weeding کی اشد ضرورت ہے جس کیلئے جتنا بھی سخت قدم اٹھانا پڑے گریز نہ کیا جائے۔ یہ پھوکی بھڑکیں اور ڈراؤنی تڑیاں کسی کام نہ آئیں گی۔ ڈر ہے کہ دہشت گردی اور قانون شکنی کی یہ بھیانک اور خوفناک لہر ہمارا سب کچھ خاک و سیاہ نہ کر جائے۔ ابھی وقت ہے، کچھ کر لینا چاہئے۔ جن مساجد پر دہشت گردی کا احتمال ہو وہاں ۳۶۵ دن کا نیم فوجی یونٹس کا خفیہ پہرہ ہونا چاہئے۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزی یا ماورائے عدالت کارروائی کے الزام کا اگر اندیشہ ہو تو فی الفور قانون بنائیں۔ آج کوئی بھی بل پاس کیا جاسکتا ہے۔ پھر تاخیر کیوں؟

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل آپ کو بصیرت، بصارت اور جرأت عطا فرمائے۔ آمین۔

خیر اندیش

میاں محمد سعید شاد

جناب میاں محمد نواز شریف اور مولف کے درمیان خط و کتابت۔

زیر نظر کتاب کی تدوین و ترتیب کے دوران میں جو خط و کتابت جناب میاں نواز شریف سابق وزیراعظم پاکستان اور راقم السطور کے درمیان ہوئی انکی نقول ترتیب وار یہاں لکھی جا رہی ہے تاکہ قارئین کرام ایک تسلسل کے ساتھ انکا مطالعہ کر سکیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:

Annexure-'A'

23 اپریل 2000ء کا میرا خط جو محترمی جناب میاں صاحب کو لائنڈھی جیل کراچی بھیجا گیا۔

Annexure-'B'

4 مئی 2000ء کا جوابی خط جو جناب میاں صاحب نے جیل سے لکھ کر بھیجا۔

Annexure-'C'

21 مئی 2000ء کا مولف خط جو جناب میاں صاحب کے 4 مئی 2000ء کے خط کا

جواب ہے۔

Annexure-'D'

محترمہ حاجی کلثوم نواز شریف صاحبہ کے نام 28 اکتوبر 2000ء کا خط جو مولف نے لکھا۔

Annexure-'E'

محترمہ حاجی صاحبہ کا جوابی خط جو مولف کے خط مورخہ 28 اکتوبر 2000ء کا جواب ہے۔

Annexure-'F'

یکم اپریل 2001ء کا خط جو محترمی میاں صاحب نے جدہ لکھا۔

۲۔ اس دوران میں یہود و نصاریٰ نے مل کر پہلے افغانستان پر غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ اسلامی حکومت ختم کر دی اور بے پناہ جانی اور مالی نقصان پہنچایا۔ اس کے فوراً بعد عراق کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ بھی ایک بہت بڑا اسلامی ملک ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کو بھی مجبوراً مغربی اقوام کا ساتھ دینا پڑا جنہوں نے دراصل در پردہ صلیبی جنگ شروع کر رکھی ہے۔ ان ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر بندہ نے ایک کتاب ”مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو“

تالیف کی جس کا پیش نقطہ محترمی جناب ڈاکٹر جسٹس (ر) منیر احمد مغل صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ کتاب بھی زیر طبع ہے۔ اس میں مسلم امہ کو یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ قرآن و سنت کے مطابق یہود و نصاریٰ کبھی بھی مسلمانوں سے راضی نہیں ہو سکتے۔ ان کے ساتھ دوستی پیدا نہ کرو۔ یہ اقوام صرف اپنوں ہی کی دوست ہو سکتی ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ ہنود بھی انہیں کی طرف داری کریں گے۔ مسلمانوں کو ہمیشہ دھوکا میں رکھیں گے۔ مزید یہ کہ مسلمانوں کے عروج و زوال کے اسباب و علل پر بحث ہے۔ عالم اسلام کی باہمی محبت، اخوت اور خلوص نیت کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلم امہ کے باہمی انتشار و افتراق سے بچنے پر توجہ دلوائی گئی ہے۔ آئین جہانداری و جہانبانی، حکمرانی، عدال گستری، ایان مملکت کی وفاداری، دشمنان اسلام پر غالب آنے کی تدابیر کے متعلق معلومات ہیں۔

Annexure-A

لاہور

23-04-2000

1- محترمی جناب میاں محمد نواز شریف صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی؟

من از بے گانگاں ہرگز نہ نالم کہ با من آنچہ کرد آں آشنا کرو

فارسی کے اس شعر کا مفہوم مندرجہ ذیل اشعار سے واضح ہو جائے گا:

i. دیکھا جو کھا کے تیر کمین گاہ کی طرف اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

ii. پڑھی نماز جنازہ ہماری غیروں نے مرے تھے جن کیلئے وہ رہے وضو کرتے

iii. باغبان نے آگ دی جب آشیانے کو مرے جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

2- سورۃ ال عمران کی آیہ نمبر 26 تلاوت فرمائیں جس کا ترجمہ اس طرح سے ہے ”اللہ بخش

دیتا ہے ملک جسے چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہتا ہے۔ اللہ کی سنت یہی ہے

کہ وہ جب کسی فرد یا قوم میں رحمت و عدل کے تقاضے پورے کرنے کی صلاحیت دیکھتا ہے تو

اسے حکومت اور عزت سے سرفراز فرما دیتا ہے اور جو فرد یا قوم اپنے عمل سے اپنے آپ کو اس نعمت کے اہل ثابت نہیں کرتی تو اسے ذلت و خواری کے گڑھے میں پھینک دیتا ہے۔

3- دوسری مرتبہ جب آپ نے وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھایا تا تو بندہ نے صرف آپ کیلئے ایک کتاب بعنوان ”والیان ملک اور ابلیس کا مکرو فریب“ تالیف کر کے بھجوائی تھی۔ آپ کی توجہ امام ابن الجوزیؒ کے ان بارہ مکرو فریب کی طرف مبذول کرائی تھی جن کے ذریعہ ابلیس لعین والیان ملک اور صاحبان اختیار و اقتدار کو تخت و تاج سے معزول کر کے ذلت و رسوائی کے گڑھے میں ڈلوادیتا ہے۔ سب سے پہلے حکمران کے دل میں وسوسہ ڈال دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو محبوب رکھتا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو کیوں تم کو سلطان بناتا اور کیوں بندوں پر اپنا نائب بناتا مگر یہ شیطانی مکرو فریب اس طرح سے کھل جاتا ہے کہ اگر یہ لوگ حقیقت میں اس کے نائب ہیں تو اس کے قانون شریعت پر حکم کریں اور اسی کی مرضی تلاش کریں تو البتہ وہ اسے پسند فرمائے گا۔ رہا ظاہری سلطان ہونا تو ظاہر ہے اللہ تعالیٰ نے سلطنت بکثرت ایسے لوگوں کو دی جن کو قطعاً وہ مبغوض و دشمن رکھتا تھا اور بکثرت ایسے لوگوں کو دنیا میں سلطنت و وسعت دی جن کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا۔ جیسے نمرود اور فرعون وغیرہ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کو پریشان کیا تو یہ عطافی الحقیقت ان پر وبال تھی کچھ ان کے واسطے بہتری نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے حکومت نہ مانگو کیونکہ اگر طلب سے حکومت دیئے گئے تو تم اس کے حوالہ کر دیئے جاؤ گے اور اگر تم بغیر طلب دیئے گئے تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گا۔ (مسلم، بخاری) تاہم اگر رب کی طرف سے تم کو سلطان بنا پڑ گیا تو رحمت الہی تمہاری دستگیری کرے گی۔ تمہارے فیصلے درست ہوں گے۔ ملک کا بوجھ تم سے اٹھ سکے گا۔ سلطنت کرنا آسان کام نہیں بغیر کرم پروردگار یہ بوجھ نہیں اٹھ سکتا۔

4- مذکورہ کتاب کی وصولی کی اطلاع آپ نے اپنے خط مورخہ 30 جون 1998ء کو دی۔ پھر آپ نے اپنے ایک پی آر او صاحب کو مجھ سے قلمی رابطہ کرنے کی ہدایت فرمائی۔ انہوں نے مجھے اسلام آباد طلب فرمایا مگر میں وہاں نہ جاسکا۔ آپ بھی امور سلطنت کی بجا آوری

میں عدیم الفرصت ہو گئے مگر میں بدستور آپ کو خطوط کے ذریعے خبردار کرتا رہا کہ شیطانی مکر و فریب کے جال میں پھنس رہے ہونچ جاؤ مگر افسوس کہ بالآخر آپ کو پس زندان جانا پڑا۔ بظاہر عروج و زوال کی یہ ایک عبرتناک داستان ہے۔ اب بے حد ہمت اور استقامت کی ضرورت ہے۔ آپ نے شہزادگی کا دور دیکھا ہے ناز و نعمت میں پلے ہو۔ مال و زر کی فراوانی دیکھی ہیں۔ جاہ و حشمت کا دور بھی خوب دیکھا ہے۔ اب اس کٹھن اور پر آشوب دور میں عزم و استقلال کو اپنائے رکھنا۔ اس حادثہ کو من جانب اللہ سمجھتے ہوئے اپنے تمام تر معاملات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے سپرد فرمادیں۔ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ بالآخر ان غریب بیوگان اور مساکین جن کی آپ مالی مدد کرتے رہے کی دعاؤں کے صدقے اللہ تعالیٰ آپ کو باعزت بری فرمادے گا۔ موجودہ حکومت سے محاذ آرائی کی بجائے مصالحانہ رویہ اپنائیں ورنہ ہر عمل کا ایک رد عمل ہوا کرتا ہے۔ ہماری محترمہ بیگم کلثوم نواز صاحب کو تند و تیز بیانات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اس موقع پر افہام و تفہیم کی راہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ بین الاقوامی طاقتیں بحالی جمہوریت کیلئے زور دے رہی ہیں۔ چند مخلص دوستوں اور عزیزوں کے ذریعہ موجودہ حکومت سے گفت و شنید کا سلسلہ جاری کروانا چاہیے۔ مسلم ممالک بالخصوص حکومت سعودیہ سے بھی اعانت طلب کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ بڑا غفور الرحیم ہے وہ ضرور مدد فرمائے گا۔

5- سورة الزمر کی آیت 7 تلاوت فرمائیں جس کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔ ”اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف تو اس وقت پکارتا ہے اپنے رب کو دل سے رجوع کرتے ہوئے اس کی طرف، پھر جب عطا کرتا ہے اسے نعمت اپنے رب کی طرف سے تو بھول جاتا ہے اس تکلیف کو جس کیلئے فریاد کرتا رہا تھا۔ اس سے پہلے اور بناتا ہے اللہ کے ہم مثل تاکہ بہکاوے اس کے راہ سے، اے مصطفیٰ! آپ اسے فرمادیں۔“ لطف اٹھالے اپنے کفر سے تھوڑے دن، بے شک تو دوزخیوں میں ہے۔“ ترجمہ ختم“ جب انسان کسی تکلیف سے دوچار ہوتا ہے۔ مصائب و آلام کے سیاہ بادل اسے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور

نجات کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تو پھر ہر طرف سے منہ موڑ کر بڑے عجز و نیاز سے رب کریم کی بارگاہ میں فریاد کرتا ہے لیکن جب اس کی مصیبت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٹل جاتی ہے اور اس پر طرح طرح کے انعامات کیے جاتے ہیں تو وہ پھرا کڑ جاتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیتا ہے جس نے اپنے لطف و کرم سے اس کی چارہ سازی فرمائی تھی اور اسے وہ گھڑیاں بھول جاتی ہیں جب وہ درد و غم سے نڈھال ہو کر چیخا چلایا کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جبیں سائی کیا کرتا تھا۔ ”اب چونکہ آپ تنہا ہیں، مطالعہ کیلئے بھی کافی وقت ہے۔ وہی کتاب ”والیان ملک اور ابلیس کا مکرو فریب“ ارسال ہے۔ اللہ کرے آپ تک پہنچ جائے تو اسے غور اور توجہ سے پڑھیں۔ میرا جی چاہتا ہے آپ کیلئے ایک ”وظیفہ اسماء الحسنیٰ“ بھیجوں۔ اگر آپ پڑھنے میں دلچسپی رکھیں اور چاہیں تو اگلے خط میں ارسال کر دوں گا۔ علم الاعداد کے مطابق پڑھنے والا وظیفہ انشاء اللہ موثر ہوگا۔ آپ کے نام کے اعداد کا مجموعہ اور آپ کی والدہ محترمہ کے نام کے اعداد کا مجموعہ۔ ان کی مجموعی تعداد بارہ (12) پر تقسیم کرنے کے بعد آپ کے برج اور ستارے کا پتہ چل جائے گا۔ جس کے بعد آپ کے نام کی عددی قیمت کے مطابق اسماء الحسنیٰ میں سے کوئی ایسا عدد تلاش کرنا ہے جس کی قیمت آپ کے نام کی قیمت کے برابر ہو، وہ آپ کا اسم اعظم ہوگا اور اس کا ورد اسی تعداد کے مطابق دن میں ایک مرتبہ اول و آخر و دوپاک 11,11 مرتبہ کرنا ہوگا۔

Annexure-B

محترم میاں محمد سعید شاد صاحب

لائڈھی جیل کراچی

4 مئی 2000ء

السلام علیکم

آپ کا خط بمعہ کتاب (والیان ملک اور ابلیس کا مکرو فریب) ملا۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں۔ میں انشاء اللہ اس کا مطالعہ کرونگا اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ مجھے اس

پر عمل کرنے کی بھی توفیق دے۔ آپ نے بہت اچھی باتوں اور مشوروں سے نوازا ہے۔ جس کا میں شکر گزار ہوں۔ آپ نے جس وظیفہ کا لکھا ہے۔ ارسال کر دیں میں آپ کا بہت مشکور ہوں گا۔ میری اللہ تعالیٰ سے آپ کیلئے دعا ہے کہ آپ کو اپنی امان میں رکھے۔ آپ مجھے اچھے مشورے اور باتیں ارسال کرتے رہیں۔ میرے لئے اور میرے ساتھیوں کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں معاف فرمادے۔ (آمین)

اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

خیر اندیش
نواز شریف

میاں محمد سعید شاد
403/A رحمن پورہ کالونی
لاہور صوبہ پنجاب

Annexure-C

21 مئی 2000ء محترمی جناب میاں نواز شریف صاحب زاد لطفکم اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی؟

میرے خط مورخہ 23 اپریل 2000ء کے جواب میں آپ کا 4 مئی کا تحریر کردہ خط
مجھے 19 مئی کو مل گیا تھا۔ الحمد للہ! آپ بخیریت ہیں اور آزمائش کے اس دور میں ہمت اور
حوصلہ سے کام لیتے ہوئے رجوع الی اللہ ہیں۔ زندگی نشیب و فراز سے بھرپور ہے.....
یہ طول سفر یہ نشیب و فراز! انسان کہاں تک سنبھلتا رہے

اس وقت جب تمام دنیوی امور سے فرصت کامل ہے تو تمام تر وقت تلاوت قرآن پاک با
ترجمہ اور دینی کتب کے مطالعہ میں صرف کرنا چاہیے۔ موجودہ صورت حال میں اللہ تعالیٰ
کے ہاں ضرور کوئی بہتری ہے گو بظاہر یہ ایک کڑی مصیبت کی گھڑی ہے۔ اختیار و اقتدار کے
دور میں جو کچھ غلطیاں ہوئی ہیں ان کا محاسبہ پورے غور اور فکر سے کرنا چاہیے۔ اس ضمن میں

چند قرآنی آیات مقدسہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروا رہا ہوں۔ سورہ نمبر 21 کی آیات 105 اور 106 پڑھیں۔ میں یہاں صرف ترجمہ پیش کر رہا ہوں ”اور بلاشبہ ہم نے زبور میں ذکر (موعظت) کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے صالح (باصلاحیت اور صاحب کردار) بندے ہوں گے۔ یقیناً اس میں واضح حقیقت ہے عبادت گزار بندوں کیلئے۔“ پھر سورہ 22 کی آیت 41 بھی پڑھیں جس کا ترجمہ اس طرح سے ہے۔ ”یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں ملک میں اقتدار دیں تو وہ صلوة قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور جملہ امور کا انجام تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں ہے۔“

اگر کوئی پاکستانی حکمران مذکورہ بالا حکم خداوندی صحیح معنوں میں نافذ کرادے تو ہماری تمام سماجی، معاشرتی اور معاشی خرابیاں دور ہو سکتی ہیں مگر افسوس ہمارے حکمران تو آج تک ابلیس مکر و فریب کا ہی شکار ہوتے رہے۔ ملک کے اندر ملی استحکام پیدا نہ کر سکے۔ منافقت اور منافرت کی سیاست عروج پر رہی۔ بندہ نے بروقت آپ کیلئے ہی وہ کتاب ”والیان ملک اور ابلیس کا مکر و فریب“ خود اپنی گرہ سے شائع کروا کر بھیجی تھی تاکہ کم از کم آپ تو ان شیطانی مکر و فریب سے بچ جائیں جن کے ذریعہ بادشاہوں کو تخت و تاج سے محروم کرایا جاتا ہے۔ پھر اسی کتاب میں امور مملکت اور آئین جہان بینی کے اصولوں سے بھی روشناس کرایا گیا ہے۔ پچھلے خط میں عرض کر چکا ہوں کہ موجودہ حکمرانوں سے محاذ آرائی کی بجائے باہمی افہام و تفہیم اور مصالحت کی راہ تلاش کریں۔ تند و تیز بیانات شائع کرانے میں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ہر عمل کا ایک رد عمل ہوتا ہے۔

اقبال نے فرمایا ہے۔

ہر عمل کیلئے ہے رد عمل دہر میں نیش کا جواب ہے نیش

آپ نے اسماء الحسنیٰ کے وظیفہ پڑھنے میں دلچسپی کا اظہار فرمایا ہے جس پر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و معروف کتاب

سے استفادہ کے بعد آپ کو یہ وظیفہ بتا رہا ہوں۔ آپ علوم ریاضی، فقہ، حدیث، قانون اور منطق وغیرہ میں ایک مسلمہ اتھارٹی تھے۔ سچے اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے ایک انگریز پروفیسر کو ریاضی / الجبرا کا کوئی مسئلہ درپیش تھا۔ اس کا ایک رفیق کار اسے اعلیٰ حضرت کے پاس لے گیا تو آپ نے فی الفور وہ مسئلہ حل فرمادیا۔ وظیفہ یہ ہے۔

آپ کا نام تو محمد نواز ہے مگر آپ ہمیشہ نواز شریف لکھا کرتے ہیں۔ اگر محمد نواز شریف لکھ لیا کریں تو بہت ہی بہتر ہوگا۔ ایک حدیث شریف ہے کہ روز محشر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو پکارے گا "یا محمد ﷺ" تو محمد نام کے سب امتی کھڑے ہو جائیں گے۔ اللہ فرمائے گا میں نے تو اپنے محمد ﷺ کو پکارا ہے تم سب لوگ کیوں کھڑے ہو گئے؟ وہ عرض کریں گے ہمارا نام بھی محمد ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب محمد نام والوں کو بخش دے گا۔ خیر "Calculation" کے اعتبار سے صورتحال کچھ یوں بنے گی:

محمد نواز:	م	ح	م	د	ن	و	ا	ز
	8	40	4	40	50	6	1	7
	92		64		156			
شمیم اختر (والدہ):	ش	م	ی	م	ا	خ	ت	ر
	300	1040	40	1	600	400	200	
	390		1201		1591			

ماں بیٹے کے کل اعداد: $1747 = 156 + 1591$

برج اور ستارہ: $145-7 = 12 \div 1747$

یوں آپ کا برج میزان (تلا) اور ستارہ زہرہ یعنی شکر ہے۔ برج میزان کو "Libra" بھی کہتے ہیں۔ اس کی تشریح طویل ہے۔ کسی دوسرے خط میں بالوضاحت عرض کروں گا۔ اس وقت فوری طور پر آپ کو وظیفہ ورد کرنے کیلئے بتانے کی ضرورت ہے۔ آپ کے نام کی عددی قیمت 156 ہے دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے 99 ناموں میں سے کسی نام کی قیمت

بھی 156 ہے تو پتہ چلا کہ عَفُو کے عدد بھی 156 ہے۔ لہذا آپ کا وظیفہ یا اللہ یا عفو بنا۔ گویا آپ نے ہر روز بعد نماز فجر یا عشاء اول درود شریف 11 مرتبہ پھر یا اللہ یا عفو 156 مرتبہ پڑھنا ہے اور دعا مانگنی ہے اور آخر میں پھر 11 مرتبہ درود شریف پڑھنا ہے۔

یاد رہے محترمی! کہ دعا ہر عبادت کی روح ہے اور اس کا مغز ہے۔ کیونکہ انتہا درجہ کی عاجزی اور نیاز مندی کو عبادت کہتے ہیں اور اس کا ظہور صحیح معنوں میں اس وقت ہوتا ہے جب انسان مصائب میں گھرا ہو۔ دوست ساتھ چھوڑ گئے ہوں۔ ہر تدبیر ناکام ہو چکی ہو حالات کی سنگینی نے اس کی قوت اور طاقت کو ریزہ ریزہ کر ڈالا ہو، جب ہر طرف سے امیدیں منقطع کر کے اپنے مولا و آقا کے در اقدس پر آ کر وہ سر نیاز جھکا دے اس کی زبان گنگ ہو جائے۔ دل درد مند کی داستاں اشک بار آنکھیں سنار ہی ہوں اور اس کو یقین ہو کہ وہ اس قادر مطلق کے سامنے اپنا قصہ غم پیش کر رہا ہے اور اپنی مشکل کو بیان کر رہا ہے جس کے سامنے کوئی مشکل، مشکل ہی نہیں۔ نیز اسے یہ پختہ یقین ہو کہ یہاں سے کوئی سائل کبھی خالی نہیں گیا میں بھی کبھی خالی اور محروم نہیں لوٹا یا جاؤں گا۔ جو عجز و نیاز، جو غایت تذلل جو خشوع و خضوع۔ اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے اس کی مثال کہاں ملے گی۔ غافل دل سے مانگی جانے والی دعا قبول نہیں ہوتی۔ دعا کی قبولیت کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ دعا مانگنے والا جس مقصد کیلئے دعا مانگ رہا ہے، اس کے بارے میں اپنی انتہائی شدت احتیاج کا اظہار کرے تاکہ پتہ چلے کہ اگر اس کی یہ التجا منظور نہ ہوئی تو اس کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا اور وہ خسارہ برداشت کرنا اس کے بس میں نہ ہوگا۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار اور فریاد سننے والا ہوں۔ سورہ مومن آیت نمبر 60 کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ”اور تمہارے رب نے فرمایا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل و خوار ہو کر۔“

محترمی جناب میاں صاحب! میں جانتا ہوں میرا خط طویل ہوا جا رہا ہے کہ مگر آج کل آپ فارغ ہیں اور کافی وقت ہے آپ کے پاس اس لیے لکھے جا رہا ہوں کہ چلو کچھ دل

آپ کا بہل جائے گا۔ سو عرض ہے کہ انسانی سرشت میں کچھ رذیل خصائص بھی ہیں جن کے ذریعہ ابلیس انسان کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے مثلاً غصہ، غیظ و غضب، بغض، کینہ، انتقام، حسد، فخر و غرور، تکبر وغیرہ بزرگان دین نے فرمایا ہے غصہ دیوانگی پیدا کرتا ہے۔ غصہ کا حد سے گزر جانا غیظ و غضب کا نشانہ بنایا تو قدرت نے سخت انتقام لیا۔ والیان ملک اور صاحبان اختیار و اقتدار کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ عفو و درگزر سے کام لیتے رہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ.....

آں جا کہ بود قہرش ہر شہر بیابانے آں جا کہ بود عفو ش ہر ذرہ گناہ نگارے

یعنی جس شہر کا حاکم جابر اور قاہر ہو گا وہ شہر بالآخر ویران و برباد ہو جائے گا اور جس شہر کا حکمران مہربان ہو گا وہاں کا ہر ذرہ گناہ گار ہونے کی خواہش کرے گا تا کہ وہ بھی بخشش اور مہربانی سے لطف اندوز ہو سکے۔ فی الحقیقت انسان بڑا سفاک اور زودرنج ہے۔ قاتل کے غیظ و غضب کا ذرا اندازہ تو کریں کہ کس بے دردی سے اپنے ہی عزیزوں کو قتل کر دیتا ہے۔ سانپ سے بھی بڑھ کر زہریلا اور خطرناک ہے.....

سانپ ڈس لے تو ہے تریاق کا امکان بہت

آدمی ڈس لے تو ہر سانس بکھر جاتی ہے

کہتے ہیں جب مرد بوڑھا ہوتا جاتا ہے تو اس کی حرص جوان ہو جاتی ہے۔ حالانکہ یہ دنیا ایک کھیل تماشا ہے رات دن انسان حصول زر کی جستجو میں مصروف رہتا ہے۔ حالانکہ انسانی زندگی کا حال یہ ہے کہ.....

ہم نے شب کو سحر بنایا ہے اک گھروندے کو گھر بنایا ہے

نہ کوئی خواب ہمارے ہیں نہ تعبیریں ہم تو پانی پہ بنائی ہوئی تصویریں ہیں

برادر جان برابر! گو بظاہر اس وقت حالات دگرگوں ہیں مگر حالات بدلتے دیر بھی نہیں لگتی گویا

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں

ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں

ایسے حالات میں استقلال ہمت اور رجوع الی اللہ رہنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ نیز تدبیر و تفکر

اور حکمت عملی کو بھی ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اللہ کریم یقیناً مدد فرمائے گا اور اچھے دن جلد نصیب ہونگے۔ خود چراغ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں زندگی کا ساز نہ جانے کب بے آواز ہو جائے گویا.....

زندگی کا ساز بھی کیا ساز ہے بچ رہا ہے اور بے آواز ہے

دعا گو احقر العباد

میاں محمد سعید شاد

Annexure-D

خاتون ذی عزت وقار محترمہ باجی کلثوم صاحبہ زادہ لطفکم اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج عالی؟

اللہ کریم اپنے حبیب مکرم ﷺ کے طفیل موجودہ سخت ترین بحران میں عزت و وقار کے ساتھ محفوظ و مامون فرمائے (آمین) محترمی جناب میاں صاحب نے جب دوبارہ وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھایا تھا تب میں نے ان کیلئے ایک کتاب ”والیان ملک اور ابلیس کا مکرو فریب“ لکھ کر بھیجی تھی۔ جس کا ماخذ ”تلسیس ابلیس“ ہے جس کے مصنف امام ابن الجوزی بغدادی ہیں۔ اصل متن عربی زبان میں ہے مگر اب اس کا اردو میں ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے۔ اس کتاب میں علامہ صاحب نے بالوضاحت بتایا ہے کہ شیطان والیان ملک اور صاحبان اختیار و اقتدار کو بارہ طرح کے مکرو فریب میں مبتلا کر کے ذلیل و رسوا کراتا۔ وہ بارہ طرح کے مکرو فریب کیا ہیں؟ وہ سب اس کتاب میں درج کیے تھے۔ ان کے پی آر او (PRO) صاحب کی طرف سے تعریفی خطوط تو ضرور آئے مگر محترمی جناب میاں صاحب نے شیطانی مکرو فریب سے بچاؤ کی کوئی خاص کوشش نہ فرمائی۔ حالانکہ گا ہے بگا ہے بندہ ان کو خبردار کرتا رہا کہ آپ داؤ پر داؤ کھا رہے ہیں۔ تا آنکہ آپ کو پس زندان جانا پڑا۔ میں نے پھر وہی کتاب کراچی ان کو بھیجی اور اسم اعظم کا ایک وظیفہ بھی بتایا۔ ان کا خلوص بھرا خط آیا کہ وہ اب مذکورہ کتاب پڑھیں گے۔ وظیفہ بھی پڑھیں گے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی خصوصی

حفظ و امان میں رکھیں اور اس بحر ان میں ہمت حوصلہ اور استقامت بخشیں۔ آمین

محترمہ باجی صاحبہ! اس خط کے ذریعے اور آپ کے نانا جان غلام حسین المعروف گاماں پہلوان رستم زمان کے متعلق کچھ حالات زندگی بتانا مقصود ہے۔ آپ جانتی ہوں گی آپ کے نانا جان کا اصل نام تو غلام حسین تھا۔ وہ 1882ء میں پیدا ہوئے۔ 78 سال کی عمر میں 1960ء میں وصال فرمایا۔ 28 سال کی عمر میں عالمی شہرت یافتہ پہلوان زبسکو کو شکست دے کر رستم زمان کا خطاب پایا۔ صاحب انسائیکلو پیڈیا بتاتا ہے کہ آپ کے نزدیک کشتی گیری ایک عبادت کا درجہ رکھتی تھی۔ گاماں درویش پہلوان تھا۔ وہ بارہ سال جتی ستی رہے۔ اس نے کشتی جب بھی لڑی با وضو ہو کر لڑی اور کشتی کو ہمیشہ ایک عبادت سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے ساری عمر ان کی پشت زمین پر لگنے نہیں دی اس لیے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا دست مبارک آپ کی پشت پر رہا۔ ہوا یوں کہ حضرت خواجہ خاوند محمود (لاہور میں حضرت ایشان کے نام سے مشہور ہیں اور خاندان مغلیہ کے دور میں لاہور مقیم تھے) آپ کا مزار شریف باغبان پورہ انجینئرنگ یونیورسٹی کے عقب میں آج بھی موجود ہے۔ آپ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ 20 سال کی عمر میں بخارا کے شہر ”خش“ میں عبادت و ریاضت میں مجھوتے۔ خش کا گورنر باقی بیگ کسی وجہ سے آپ سے ناراض ہو گیا اور آپ کا ناک اور کان کاٹنے کا ارادہ کیا۔ حضرت خواجہ خاوند نے فرمایا: ”ایک دن خود اسی کے کان، ناک کاٹے جائیں گے“ چنانچہ بخارا کے بادشاہ عبداللہ خان نے اس کی کسی گستاخی کے سبب بطور سزا اس کے کان اور ناک کٹوا دیئے۔ ایک دفعہ افغانستان کا ایک مشہور پہلوان تنگ دست ہو گیا وہ اپنے علاقہ کے کسی بزرگ کے پاس گیا اور کہا کہ دعا کرو کہ میں رستم زمان گاماں پہلوان کو پچھاڑ دوں تو انعام و اکرام کی وجہ سے اس کی غربت دور ہو جائے گی۔ اس بزرگ نے کہا کہ تم پہلے حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور کے مزار پر جاؤ۔ وہاں سے جو اشارہ ہو اس پر عمل کرو۔ چنانچہ وہ پہلوان لاہور حضرت شاہ محمد غوث کے مزار شریف پر حاضر ہو کر معتکف ہوا۔ وہاں سے اشارہ پا کر حضرت ایشاں کے مزار پر حاضر ہوا۔ وہاں چند

دن معتکف رہنے کے بعد اسے حضرت ایٹان کی طرف سے اشارہ ہوا کہ تم وطن واپس چلے جاؤ تمہارے لیے کوئی ولی اللہ حضور پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں سفارش نہیں کر سکتا اس لیے کہ حضور پاک ﷺ کا دست شفقت پہلے ہی گاماں پہلوان کو نصیب ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ گاماں پہلوان کا اکھاڑہ موہنی روڈ لاہور پر واقعہ تھا جہاں وہ خود اور ان کے پٹھے ورزش وغیرہ کیا کرتے تھے۔ ایک دن ہندوؤں اور سکھوں نے اکھاڑہ کے قریب ایک مسجد پر دھاوا بول دیا اور مسلمانوں کی مار کٹائی کی۔ اس کی خبر جو نہی گاماں پہلوان کو ملی وہ لٹھ لے کر اپنے شاگردوں کے ہمراہ بلوایوں پر پل پڑے۔ انہیں مار بھگایا۔ اسی رات گاماں پہلوان کو حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ نے شاباش دی اور فرمایا کہ اس دنیا میں تمہاری پشت زمین پر کوئی نہیں لگا سکے گا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ ایسا ہی ہوا اور وہ افغانی پہلوان بالآخر خاموشی سے واپس وطن لوٹ گیا۔ آپ کے نانا جان گاماں پہلوان رستم زماں کے دو واقعات اور عرض کرنا چاہتا ہوں:

1- آپ کے ایک شاگرد شفیع مشین والے تھے۔ ان کے پاس ایک دن گھبرائے ہوئے آئے، کہنے لگے اوائے شفیع غضب ہو گیا، میری جیب کٹ گئی۔ شفیع گھبرایا اللہ تعالیٰ جانے کتنا مال جیب کترالے اڑا۔ استاد جی خیر ہو لگتا ہے بھاری رقم گئی۔ کہنے لگے اوائے شفیع! یہی تو پریشانی ہے کہ جیب میں صرف پانچ روپے تھے، اس دن پھر شکر کریں بچ گئے ہو شفیع نے خوشی سے کہا مگر پہلوان جی نے ٹھنڈی آہ بھری اور کہا یا شفیع یہی تو افسوس ہے جیب کتر کیا سوچے گا اتنا بڑا پہلوان اور جیب سے صرف پانچ روپے نکلے! کتنی عظیم سوچ تھی پہلوان جی کی!!

2- دوسرا واقعہ اس طرح سے ہے کہ آپ بیماری کی حالت میں میوہ ہسپتال زیر علاج تھے۔ جناب محمود بٹ (تن ساز) پہلوان جی کو بڑا پیارا تھا۔ بٹ صاحب پاکستان ٹائمز میں مشہور کارٹونسٹ تھے۔ ایک دن وہ عیادت کیلئے ہسپتال گئے۔ پہلوان جی نے اسے دیکھ کر نفرت سے منہ دوسری طرف کر لیا اور سلام کا جواب نہ دیا۔ بٹ صاحب دوسری طرف ہوئے تو

پہلو ان جی نے منہ دوسری طرف موڑ لیا۔ بٹ صاحب نے پریشان ہو کر پوچھا پہلو ان جی ناراض ہو؟ کہنے لگے محبوب! تم ناپاکی کی حالت میں میرے پاس نہ آیا کرو۔ بیٹا! پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ بٹ صاحب غسل جنابت کے بغیر آ گئے تھے۔

محترمہ! آپ رسول اللہ ﷺ کے پیارے رستم زماں، گاماں پہلو ان کی نواسی ہیں۔ سب سے پہلے اپنے نانا جان کی قبر، پھر حضرت شاہ محمد غوث اور آخر میں ایشاں کے مزار پر تشریف لے جا کر ان کے وسیلہ سے دعائے نجات مانگیں۔ مجھے یقین ہے اللہ کریم اپنے حبیب مکرم ﷺ کے صدقے انجام بخیر فرمائیں گے۔ جملہ احباب خانہ کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

دعا گو و دعا جو میاں محمد سعید شاد

Annexure-E

(محترمہ کلثوم نواز صاحبہ کا جواب)

السلام علیکم!

آپ کا ایمان افروز خط ملا، بہت بہت شکریہ!

اپنے بزرگوں کے بارے میں جان کر حوصلہ ہوا اور طمانیت کا باعث بنا۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اپنے مقرب اور نیک بندوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فلاح دارین سے نوازے۔ (آمین)

بلاشبہ یہ بہت بڑا اعزاز اور مقام ہے جسے ہم بھی نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے والے کام کر کے پاسکتے ہیں۔ میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو

دعاؤں کی طالب

(کلثوم نواز شریف)

میاں محمد سعید شاد (چیرمین لوکل زکوٰۃ کمیٹی)

403-A رحمن پورہ کالونی، لاہور

Annexure-F

محترم جناب میاں محمد سعید شاد صاحب! مورخہ 1 اپریل 2001ء
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ آپ نے مجھے یاد کیا۔ آپ کا مشکور ہوں۔
آپ کی پُر خلوص دعائیں اور نیک خواہشات میرے لیے بہت قیمتی سرمایہ ہیں۔ میں اللہ
تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے ہمیں آزمائش کی گھڑیوں میں ثابت قدم رکھا۔ میں نے
پورے خلوص کے ساتھ اپنے ملک و ملت کی خدمت کا فریضہ انجام دیا ہے اور انشاء اللہ
آئندہ بھی اس مشن کو جاری رکھوں گا مجھے یقین ہے کہ ہماری نیک نیتی اور خلوص رنگ لائے
گی کیونکہ فتح ہمیشہ حق اور سچ کی ہوتی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے وطن کو خیر و
برکت سے ہمکنار فرمائے۔

اللہ تعالیٰ بڑا رحیم و کریم ہے اور یقیناً اپنے بے قصور بندوں کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
آپ کو اور آپ کے اہل خاندان کو خوش و خرم رکھے، آمین

خیر اندیش!

نواز شریف

پی او بکس 2127 جدہ 21451

کنگڈم آف سعودی عربیہ

جو وقت قریب آ رہا ہے

یہ نظم پینتالیس (45) بند پر مشتمل احسان دانش رحمۃ اللہ علیہ کی پیش بینی ہے جو انہوں نے 1947ء سے لے کر 1958ء تک کے پاکستان میں وارد حالات سے متاثر ہو کر لکھی تھی۔ 1980ء میں جنرل ضیاء الحق مرحوم صدر پاکستان کے دور میں ان کے نام انتساب کردہ کتاب ”فصل سلاسل“ میں یہ پوری نظم موجود ہے۔ اس میں سے صرف گیارہ (11) بند جن کا ابھی بھی موجودہ حالات سے گہرا تعلق ہے منتخب کئے گئے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ان تلخ حقائق کا بڑی بصیرت سے مطالعہ کریں جن کا ذکر اس نظم میں کیا گیا ہے اور ملکی اصلاح احوال کے لئے مناسب عملی اقدام اٹھائے جائیں۔ حضرت دانشؒ نے ابتدائی زندگی تنگی اور عسرت میں بسر کی۔ انہوں نے خود مزدوری کی اور مزدوروں کی ترجمانی کی۔ وہ ایک تخلیقی شاعر تھے۔ ان کا کلام وجدانی اور آفاقی ہے جس میں محبت اور سلامتی کا عنصر نمایاں ہے۔ آپ عرصہ حیات 1914ء سے 1982ء تک محیط ہے۔ آپ کی نظم و نثر کے تقریباً چالیس مجموعے شائع ہو چکے ہیں جہاں دانش نثر میں آپ کی آبِ بیتی ہے۔ یہ کتاب انعام یافتہ ہے۔ جسے بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ (مؤلف)

1

دل اب وہ پہلا سا دل نہیں ہے نظر وہ پہلی نظر نہیں ہے
لبوں سے نعمات ہیں گریزاں دعا میں رنگ اثر نہیں ہے
سکوں کوئی معتبر نہیں ہے تڑپ کوئی کارگر نہیں ہے
خودی کی جھوٹی ہماہمی ہے یہاں کوئی خود نگر نہیں ہے
شریف انسان کا اس فضا میں کسی طرح اب گزر نہیں ہے
جو وقت نزدیک آ رہا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

2

اگرچہ ہیں گردو پیش قبریں، مگر میں تقریر کر رہا ہوں
مجھے جو القا سا ہو رہا ہے تڑپ کے تشہیر کر رہا ہوں
یہ دور جس خواب میں ہے غلطاں اسی کی تعبیر کر رہا ہوں
میں اپنے شعر و ادب سے اپنے وطن کی تعمیر کر رہا ہوں
مرے تصور میں اس سے بڑھ کر اصول عرض ہنر نہیں ہے
جو وقت نزدیک آرہا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

3

جو ہے وہ اپنی ہی ہانکتا ہے کہیں کوئی فیصلا تو ہوتا
لگام منہ سے نکال پھینکی تھی پاؤں میں سپنیکروا تو ہوتا
وطن پرستوں کا جتنا ایثار ہے کہیں تذکرا تو ہوتا
جسے پر کھئے وہ ٹھس نکلتا ہے کوئی سکھ کھرا تو ہوتا
یہ رات جائے گی بھینٹ لے کر کہیں نمود سحر نہیں ہے
جو وقت نزدیک آرہا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

4

یہ کوئی معیار زندگی ہے کہ پیش قوت جبیں جھکا دیں
اگر اشارہ ملے ذرا سا تو سامنے عصمتوں کو رلا دیں
جو کچھ ترقی کی ہوں امیدیں تو بڑھ کے بام حرم کو ڈھا دیں
جو سراڑانے سے کام نکلے تو بے پس و پیش سراڑا دیں
قدم قدم پر ہیں جرم و عصیاں مگر کوئی دادگر نہیں ہے
جو وقت نزدیک آرہا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

5

عوام کا ظرف کم نہیں ہے مگر یونہی حسن ظن کہاں تک؟
 بساط گل روندتے رہیں گے یہ دشمنان چمن کہاں تک؟
 وطن کی دامن دریدگی پر جئیں گے ننگ وطن کہاں تک؟
 پکارتے ہی رہیں گے آخر ہمیں یہ دار و رسن کہاں تک؟
 کہ ہم سے دیوانگان الفت کا سلسلہ مختصر نہیں ہے
 جو وقت نزدیک آرہا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

6

اگر مناسب خیال کرتے ہو امن کا اہتمام کر لو!
 زبوں نظام اگر غلط ہے درست اپنا نظام کر لو!
 جو پالیسی میں نہ فرق آئے تو ملک کا انتظام کر لو!
 تمہیں پہ اب فیصلہ ہے اس کا مٹو! کہ خود کو دام کر لو!
 یقین کر لو کہ زندگی میں کوئی عمل بے ثمر نہیں
 جو وقت نزدیک آرہا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

7

کچھ ایسی دریائے لی ہے کروٹ کر روز طوفان اٹھا کریں گے
 فضا بگولے جنا کر سے گی جنوں کے جھکڑ چلا کریں گے
 مگر وفا کے حلیف جس حال میں رہیں گے وفا کریں گے
 ہم آدمی کے بھلے میں خوش ہیں ہم آدمی کا بھلا کریں گے
 ہمارے سینے میں صاف دل ہیں تو صاف کہنے میں ڈر نہیں ہے
 جو وقت نزدیک آرہا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

8

تھے جن زمینوں میں لالہ و گل وہاں فقط خار بس رہے ہیں
نگاہ جس سمت جا رہی ہے بلا کے عیار بس رہے ہیں
ذلیل ، ملت فروش ، ارباب کش ، ریاکار بس رہے ہیں
تمام یہ آج کے جواری ہیں کل پہ ان کی نظر نہیں ہے
جو وقت نزدیک آرہا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

9

جہاں میں اشرف پس رہے ہیں کہ ہو گئے بے شمار غنڈے
لگے جو موقع تو لوٹ لیتے ہیں روک کر رہ گزار غنڈے
بلند منصب کے دوست قاتل ، حریص طاقت کے یار غنڈے
جو اس طرف دو ہزار لٹے تو اس طرف دو ہزار غنڈے
نظام کی سب خرابیاں ہیں یہ بات حالات پر نہیں ہے
جو وقت نزدیک آرہا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

10

جو سن رہا ہے وہ دم بخود ہے جو دیکھتا ہے وہ کہہ رہا ہے
کہ یہ سفینہ ہوا کے بالکل خلاف دھارے پہ بہہ رہا ہے
لپٹ رہی ہیں مہیب موجیں ہوا کے یلغار سہہ رہا ہے
ہے سامنے شہر مٹیوں کا مگر کوئی آنکھ تر نہیں ہے
جو وقت نزدیک آرہا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

11

میں خوب واقف ہوں شاعری کی ملے گی دانش جو داد مجھ کو
گلی گلی میں کریں گے رسوا یہ صاحبان مفاد مجھ کو

قرار دے دیں گے چند نااہل مل کے اصل فساد مجھ کو
میں جس کا پیغامبر ہوں بعد اس کے کوئی پیغامبر نہیں ہے
جو وقت نزدیک آرہا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

بھنور آنے کو ہے اہل کشتی!

بھنور آنے کو ہے اہل کشتی ! ناخدا چن لیں
چٹانوں سے جو ٹکرائے وہ ساحل آشنا چن لیں
زمانہ کہہ رہا ہے میں نئی کروٹ بدلتا ہوں
انوکھی منزلیں ہیں کچھ نرالے رہنما چن لیں
اگر شمس و قمر کی روشنی پر کچھ اجارہ ہے
کسی بے درد ماتھے سے کوئی تار ضیا چن لیں
یقیناً اب عوامی عدل کی زنجیر چھٹکے گی
یہ بہتر ہے کہ مجرم خود ہی جرموں کی سزا چن لیں
اسیری میں کریں حسن گلستاں کی نگہبانی
قفس میں بیٹھ کر بطائر ذرا رنگ فضا چن لیں
بگولے نکہت گل کے نمائندے کہاں ساغر
سنیں جو بات پھولوں کی وہ ہمزاد صبا چن لیں
ساغر صدیقی

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
کی شہرہ آفاق تفسیر کا جدید، سلیس، دلکش، دلاویز اردو ترجمہ

ادارہ ضیاء
لمصنفین

بھیرہ شریف کی زیر نگرانی

مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی ایک نئی کاوش

تفسیر در منثور جلد 6

زیو بیج سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

خوشخبری

مشہور و معروف محدث و مفسر حضرت امام حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

کا عظیم شاہکار

تفسیر ابن کثیر

جلد 4

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف نے اپنے نامور فضلاء

مولانا محمد اکرم الازہری، مولانا محمد سعید الازہری اور

مولانا محمد الطاف حسین الازہری سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں۔

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔ پاکستان

فون:- 7220479- 042-7221953 فیکس:- 042-7238010

042-7247350-7225085

021-2212011-2630411

ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ

کی شہرہ آفاق تفسیر

تفسیرات احمدیہ

جس کا نہایت سلیس اور دلکش انداز میں اردو ترجمہ

جناب مفتی محمد شرف الدین اشرفی

خطیب اعظم ملٹن کینز، انگلینڈ نے کیا۔

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور، کراچی -- پاکستان

اہل علم کیلئے عظیم علمی پیشکش



آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

۲ جلدیں

خصوصیات

۱۔ زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل

۲۔ متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ

۳۔ مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ

۴۔ ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ہی طلب
فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

خوشخبری

معروف محدث و مفسر حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری

جلد 10

جس کا جدید، عام فہم، سلیس اور مکمل اردو ترجمہ ”ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف“

نے اپنے نامور فضلاء جناب الاستاذ مولانا ملک محمد بوستان صاحب

جناب الاستاذ سید محمد اقبال شاہ صاحب اور جناب الاستاذ محمد انور مگھالوی صاحب

سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔ پاکستان

فون:- 7220479- 042-7221953- فیکس:- 042-7238010

042-7247350-7225085

021-2212011-2630411

حضور ضیاء الامت پر محمد کرم شاہ لائبریری کی
یادگار تصانیف

ترجمہ
القرآن جمال القرآن

قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

تفسیر ضیاء القرآن

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

سندت خیر الانام

مقالات

مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات

مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
میں معمولات اور ارادہ و وظائف کا مجموعہ

ضیاء آسی

ورد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمول تصنیف

قصیدہ اطیب النعم

خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز
اور دلآویز شرح

فون:
گنج بخش روڈ لاہور 7221953-7220479
7238010
۹۱ اکرم مارکیٹ لاہور 7225085-7247350
۱۳ انفال سنٹر لاہور 2630411-2212011
2210212

ضیاء قرآن پبلی کیشنز